

وَمَا أَقْتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهَا وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا
 ترجمہ :- اور انہوں نے انکو یقینی بات ہے کہ یہ بڑا حکیم
 قتل نہیں کیا بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ بڑی برود و حکمت ہیں

کلمۃ اللہ

193

فی

حیاتِ رُوحِ اللہ

ملقب بہ

حیاتِ عیسیٰ
 عَلَیْہِ السَّلَامُ

مؤلفہ

حضرت مولانا محمد ادریس صاحبِ صائدِ طلحہ شیخ الحدیث حاجہ اشرافہ لاہوری

ملنے کا پتہ

مکتبہ صدیقیہ بیرون بوہڑگریٹ ملتان شہر

وَالْقَائِمُ فِي عَيْنِنَا بِكَ وَعَدَّ إِلَيْنَا اللَّهُ عَنْ رَحْمَتِهِ
كَلَامُ اللَّهِ

فِي

حَيَاتِ رُوحِ اللَّهِ

مُلَقَّبُكُمْ

حَيَاتِ عِلْسِي
وَالصَّلَاةِ
عَلَيْهِ

جس میں عیسیٰ علیہ السلام کا جسم غصری آسمان پر زندہ اٹھایا جانا اور اس وقت تک آسمان
میں زندہ رہنا اور آخر زمانے میں آسمان سے نازل ہونا قرآن مجید احادیث
واجماع امت کے دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔

از حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی

ناشر

مکتبہ صدیقیہ بیرون بوہڑ دروازہ ملتان شہر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ وَالصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ وَآزْوَاجِهِمْ
ذُرِّيَّاتِهِمُ أَجْمَعِينَ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

امتابعد

بندہ گنہ گار امیدوار رحمت پروردگار محمد ادریس کاندھلوی کان اشرہ
کان ہولندہ (آمین) اہل اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اس امت
موجودہ پر قوم عاد اور ثمود کی طرح عذاب تو نہیں لیکن فتنے ہیں جن سے نکلنے کا راستہ
سوائے کتاب و سنت کے کچھ نہیں اور کتاب و سنت تک رسائی بدول
حضرات صحابہ و تابعین کے ناممکن ہے۔ اس لیے کہ صحابہ اور تابعین ہی کے ذریعہ
ہم تک کتاب و سنت پہنچی ہوئی اور امت کے درمیان میں صحابہ و تابعین
ہیں اور ایسا واسطہ ہیں کہ اشران سے راضی ہوا اور وہ اشر سے راضی ہو۔
لہذا قرآن و حدیث کا وہی مطلب معتبر ہو گا جو حضرات صحابہ اور تابعین
سمجھا۔ سوائے حضرات انبیاء و مرسلین کے دنیا میں صحابہ کرام جیسا نور علم اور نور
اور نور تقویٰ نہ اولین میں سے کسی کو میسر آیا اور نہ آخرین میں سے کسی کو حاصل

پس اگر صحابہ کرام کی تفسیر اور شرح معتبر نہیں تو پھر کسی کی بھی معتبر نہیں۔ خدا کی قسم! اگر ایک صحابی کے نزدیک علم اور نور فہم اور نور تقویٰ کی زکوٰۃ نکالی جائے اور کل عالم پر تقسیم کی جائے تو عالم کا ہر فرد علم و فہم کا امیر اور دولت مند بن جائے۔

اس دوسرے فتن میں ہر طرف کے دین پر فتنوں کا ہجوم ہے جس میں ایک بہت بڑا فتنہ مرزائیت کا ہے۔ اس فتنہ کا بانی فتنی مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ اولاً اس نے اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا، پھر مشیل مسیح ہونے کا۔ پھر مسیح اور عیسیٰ ہونے کا۔ اور اپنی مسیحیت کی دھن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا مدعی بنا اور ان کے رفع الی السماء کو محال قرار دیا اور صلوات اللہ علیہ اس بارے میں سیوا کیے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا کر مدفون ہو چکے اور جو شخص ہر کو دفن ہو گیا، وہ قیامت سے پہلے دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں واپس نہیں آسکتا اور پھر اس زعم فاسد اور خیال کا سد کی بنا پر ان احادیث میں تحریف کی کہ جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا اور دنیا میں دوبارہ تشریف لانا صراحتاً مذکور ہے۔ ان احادیث صریحہ اور صحیحہ میں یہ تحریف کی کہ نزول مسیح سے مشیل مسیح کا پیدا ہونا مراد ہے۔ اور پھر اس مشیل کا مصداق خود اپنی ذات کو قرار دیا۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ تمام احادیث میں مسیح بن مریم کو وہ مسیح مراد نہیں جن کا قرآن میں ذکر ہے بلکہ اُن کا مشیل اور شبیہ مراد ہے اور نزول سے آسمان سے اترنا مراد نہیں بلکہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا مراد ہے اور پھر ولادت سے یہ مراد ہے کہ وہ مشیل مسیح قادیان کے ایک دہقان کی بیجا بن عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور بڑا ہو کر عیسائیوں کے اسکول میں تعلیم پائے اور جوان

ہو کر عیسائیوں کی دفتری ملازمت کرے اور پھر چند روز بعد مریم بنے اور پھر خود اپنے سے عیسیٰ پیدا ہو جائے۔ خود ہی والد اور خود ہی والدہ اور خود ہی مولود۔ خدا کی قسم! اب تک میری سمجھ میں نہیں آیا کہ لوگ کس طرح اس جنون اور دیوانگی پر ایمان لے آتے ہیں۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الرَّحْمَنُ ۝

علماء اہل سنت و الجماعت نے یہ مرزا نیت پر عموماً اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کے موضوع پر خصوصاً مفصل اور مختصر اور متوسط کتابیں تالیف فرمائیں اور بارگاہ خداوندی سے اجر حاصل کیا۔ جزا ہم اللہ تعالیٰ وعن سائر المسلمین خیر اجرنا۔ آمین

۱۳۳۳ھ میں اس ناچیز اور بے بضاعت نے بھی ایک رسالہ "کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ کے نام سے لکھا تھا جس کو حضرت مخدومنا البصیب و مطاعنا البصیب حضرت مولانا بصیب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند رحمہ اللہ تعالیٰ بالرحمۃ والغفران نے اپنے اہتمام سے شائع فرمایا تھا پھر ۱۳۴۵ھ میں دوبارہ نظر ثانی اور اضافات کے ساتھ یہ رسالہ شائع ہوا۔ اب تیسری مرتبہ ۱۳۵۴ھ میں بہت سے جدید اضافات اور ترمیمات کے ساتھ اہل اسلام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

حضرت الاستاذ و شیخنا الاکبر مولانا شاہ السید محمد انور نور اللہ وجہہ یوم القيمة و نظر (آمین) صدر المدین دارالعلوم دیوبند جس طرح وہ اپنے زمانہ میں بے مثال تھے اسی طرح انہوں نے اس موضوع پر ایک بے مثال اور لا جواب کتاب

عربی زبان میں تالیف فرمائی جس کا نام عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام تجویز فرمایا۔ جو علماء اور فضلاء کے لیے مشعلِ راہ اور شمعِ راہیت بنی، اس ناپیز نے بھی اس کتاب مستطاب کے لطیف مضامین کے وہ اقتباسات جن کو عام اور متوسط الاستعداد طبقہ سمجھ سکے اپنے اس رسالہ میں اضافہ کر دیے ہیں۔

تَحْدِثُ بِالْغَمَّةِ

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

ناپیز کا یہ رسالہ پہلی مرتبہ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے مطبع قاسمی میں طبع کرایا۔ جس شب میں اس رسالہ کی لوح کا ورق طبع ہو رہا تھا اس شب میں اس ناپیز نے یہ خواب دیکھا کہ یہ ناپیز دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں داخل ہوا۔ دیکھتا کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام منبر کے قریب اور محرابِ امام کے سامنے تشریف فرما ہیں چہرہ مبارک پر عجیب و غریب انوار ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک فرشتہ بیٹھا ہوا ہے اور حضرت کے ساتھ کوئی خادم بھی ہے۔ یہ ناپیز نہایت ادب کے ساتھ دو زانو سامنے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک قادیانی پکڑ کر لایا گیا اور سامنے کھڑا کر دیا گیا۔ بعد ازاں دو عبالائے گئے۔ ایک نہایت سفیر اور خوب صورت ہے اور دوسرا نہایت سیاہ اور بد بودار ہے۔ حضرت عیسیٰ

علیہ السلام نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ سفید عبا اس ناچیز کو پہنائیں اور سیاہ عبا
 اُس قادیانی کو پہنایا جائے۔ چنانچہ سفید عبا اس ناچیز کو پہنایا گیا فذلہ للحمد
 وللمنۃ۔ اور سیاہ عبا اس قادیانی کو۔ اور یہ ناچیز خاموش ٹھہرا ہے اور قادیانی
 کو دیکھ کر دل میں یہ آہستہ پڑھ رہا ہے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
 وَجُودَهُمْ سَحَرُ النَّاسِ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

اب میں حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اسے پروردگار! علمائے ربانیین کی
 جوتیوں کے صدقہ اور طفیل میں اس ناچیز کی اس ناچیز خدمت کو بھی قبول فرما،
 اور اس تالیف کو اہل اسلام کے لیے موجب سکنت و طماننت اور قادیانیوں
 کے لیے موجب ہدایت و سعادت اور اس نابکار گنہگار کے لیے ذخیرہ آخرت
 اور موجب نجات و مغفرت فرما۔ آمین یا ارحم الراحمین یا ارحم الاکرمین :
 رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَنَبِّ عَلَيْنَا
 إِنَّكَ أَنْتَ الثَّوَابُ الرَّحِيمُ
 بضاعت نیسا و دم الا امینہ
 خدایا زعموم مکن نا امینہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

در بیان امکان رفع جسمانی

مرزا صاحب اودان کی جماعت کا دعویٰ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے بلکہ وفات پا کر مدفون ہو چکے اور دلیل یہ ہے کہ کسی جسم عنصری کا آسمان پر جانا محال ہے جیسا کہ ازالتہ الاولیاء ص ۲۷۱ تقطیع خورد اور ضحہ ۲۰ تقطیع کلاں پر ہے :-

جواب

✓ یہ ہے کہ جس طرح نبی اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر کے ساتھ بیت المعراج میں جانا اور پھر وہاں سے واپس آنا حق ہے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر قیامت کے قریب ان کا آسمان سے نازل ہونا بھی بلاشبہ حق اور ثابت ہے جس طرح آدم علیہ السلام کا آسمان سے

زمین کی طرف مہبوط ممکن ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کا آسمان سے زمین کی طرف نزول بھی ممکن ہے اِنَّ مَثَلَ عِيسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ جَعْفَرُ بْنُ ابِی طَالِبٍ کافرشتوں کے ساتھ آسمانوں میں اڑتا صبح اور قوی حدیثوں سے ثابت ہے۔ اسی وجہ سے ان کو جعفر طیار کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

انخرج الطبرانی باسناد حسن
عن عبد الله بن جعفر قال
قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم هنيئاً لك
ابوك يطير مع الملائكة
في السماء كذا في فتح الباري
مجلد ۶ ج ۲ (زرقانی شرح مؤلف
جلد ۲ ج ۲)

امام طبرانی نے باسناد حسن عبد اللہ بن جعفر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک بار یہ ارشاد فرمایا کہ اے جعفر کے بیٹے عبد اللہ تجھ کو مبارک ہو تیرا باپ فرشتوں کے ساتھ آسمانوں میں اڑتا پھرتا ہے (اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جعفر جبریل و میکائیل کے ساتھ اڑتا پھرتا ہے۔ ان ہاتھوں کے غمزے میں جو غزوہ موتہ میں کٹ گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ملائکہ کی طرح دوبارہ عطا فرمادیے ہیں اور اس روایت کی سند نہایت حید اور عمدہ ہے۔ (زرقانی مجلد ۲ ج ۲ و فتح الباری مجلد ۶ ج ۱۰)

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اس بارے میں ایک شعر ہے :-
وجعفر الذی یضیعی ویسی یطیر مع الملائکۃ ابن ای

(ترجمہ) وہ جعفر کہ جو صبح و شام فرشتوں کے ساتھ اڑتا ہے وہ میری ہی ماں کا بیٹا ہے۔

اور علی ہذا عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غزوہ بدر میں شہید ہونا، اور پھر ان کے جنازہ کا آسمان پر اٹھایا جانا روایات میں مذکور ہے جیسا کہ حافظ عسقلانی نے اصحابہ میں اور حافظ ابن عبد البر نے استیعاب میں اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب و شجرۃ میں ذکر کیا ہے۔ جبار بن سلمیٰ جو عامر بن فہیرہ کے قاتل تھے وہ اسی واقعہ کو دیکھ کر ضحاک بن سفیان کلابی کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور یہ کہا:۔

دعائی الی الاسلام صا رایت	عامر بن فہیرہ کا شہید ہونا اور ان کا
من مقتل عامر بن فہیرہ	آسمان پر اٹھایا جانا میرے اسلام
ورفعہ الی السماء	لانے کا باعث بنا۔

ضحاک نے یہ تمام واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بابرکت میں لکھ کر بھیجا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

فان الملائکۃ واسرۃ تجتہ و فرشتوں نے اس کے جثہ کو چھپالیا
وانزل فی علیین اور وہ علیین میں اتارے گئے۔

ضحاک ابن سفیان کے اس تمام واقعہ کو امام بیہقی اور ابو نعیم اصفہانی دونوں نے اپنی اپنی دلائل النبوة میں بیان کیا شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور للعلامة
السیوطی ص ۱۴۱

اور حافظ عسقلانی نے اصحابہ میں جبار بن سلمیٰ کے تذکرہ میں اس واقعہ کی طرف

اجمالاً اشارہ فرمایا ہے۔

شیخ جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں کہ عامر بن فہیرہ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے واقعہ کو ابن سعد اور عالم اور موسیٰ بن عقبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ غرض یہ کہ یہ واقعہ متعدد اسانید اور مختلف روایات سے ثابت اور محقق ہے۔

واقعہ زوجہ میں جب قریش نے غیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سولی پر لٹکایا تو اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمریؓ کو غیبؓ کی نعش اتار لانے کے لیے روانہ فرمایا۔ عمرو بن امیہ وہاں پہنچے اور غیبؓ کی نعش کو اتارا دفعہ ایک دھماکا سنائی دیا، پیچھے پھر کر دیکھا اتنی دیر میں نعش غائب ہو گئی۔ عمرو بن امیہ فرماتے ہیں گویا زمین نے ان کو نگل لیا۔ اب تک اس کا کوئی نشان نہیں ملا۔ اس روایت کو امام ابن حنبلؒ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔
(زندگانی شرح مواہب ص ۱۲ ج ۱۲)

شیخ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ غیبؓ کو زمین نے نگلا اسی وجہ سے ان کا لقب بلع الارض ہو گیا۔ اور ابو نعیم اصفہانی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ عامر بن فہیرہ کی طرح غیبؓ کو بھی فرشتے آسمان پر اٹھالے گئے۔ ابو نعیم کہتے ہیں کہ جس طرح حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے عامر بن فہیرہ اور غیب بن عدیؓ اور علاء بن حضریؓ کو آسمان پر اٹھایا۔ انتہی۔

علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ اولیاء کا الہام و کرامت انبیاء کرام کی

اولیاء

اولیاء

وحی اور معجزات کی وراثت ہے۔

ومما يقوى قصة الرفع
الى السماء ما اخرجته النسائي
والبيهقي والطبراني وغيرهم
من حديث جابر بن طلحة
اصيبت انا ملة يوم احب
فقال حسن، فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم لو
قلت بسم الله لرفعك
الملائكة والناس ينظرون
اليك حتى تلج بك في جو
السماء۔

واخرج ابن ابى الدنيا في
ذكر الموتي عن زيد بن اسلم
قال كان في بني اسرائيل
رجل قد اعتزل الناس
في كهف جبل وكان اهل

شیخ جلال الدین سیوطی شرح الصدور^{۱۶۲}
میں فرماتے ہیں کہ عامر بن فہرہ اور غیب
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے واقعہ رفع الی
السماء کی وہ واقعہ بھی تائید کرتا ہے جس کو
نسائی اور بیہقی اور طبرانی نے جابر بن
عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا
ہے کہ غزوہ احد میں حضرت طلحہ کی انگلیاں
زخمی ہو گئیں تو اس تکلیف کی حالت میں
زبان سے حسن یہ لفظ نکلا۔ اس پر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو بجا نے
حسن کے بسم اللہ کہتا تو لوگ دیکھتے ہوئے
ہوتے اور فرشتے تجھ کو اٹھا کر لے جاتے یہاں
تک کہ تجھ کو آسمان میں لے کر گھس جاتے۔

ابن ابی الدنیا نے ذکر الموتي میں زید بن اسلم
سے روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں
ایک عابد تھا کہ جو پہاڑ میں رہتا تھا جب
تھکے ہوتا تو لوگ اس سے بخش کی دعا
کرتے وہ دعا کرتا اللہ تعالیٰ اس کی دعا کی

زمانيه اذا قحطوا استغاثوا
 به فذبحني الله فسقا هم
 فهايت فاحذروا في جنازه
 فبيناهم كذلك اذا هم
 بسريرهم فرف في عنان السماء
 حتى انتهى اليه فقام رجل
 فاحذره فوضعه على السرير
 والناس لينظرون اليه في
 الهواء حتى غاب عنهم

(شرح الصدور منكشف)

برکت سے بارانِ رحمت نازل فرماتا۔ اس
 عابد کا انتقال ہو گیا۔ لوگ اس کی تجہیز و
 تکفین میں مشغول تھے اچانک ایک
 تخت آسمان سے اترتا ہوا نظر آیا یہاں
 تک کہ اس عابد کے قریب آکر رکھا گیا۔
 ایک شخص نے کھڑے ہو کر اس عابد کو اس
 تخت پر رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ تخت
 اوپر اٹھا گیا، لوگ دیکھتے رہے یہاں تک
 کہ وہ غائب ہو گیا۔

اور حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جنازہ کا آسمان پر اٹھایا جانا
 اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آسمان سے زمین پر اتر آنا مستدرک
 حکم میں مفصل مذکور ہے۔ (مستدرک صفحہ ۵۷۹ ج ۲)

مقصود ان واقعات کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ منکرین اور ملحدین خوب
 سمجھ لیں کہ حق جل شانہ نے اپنے مجبین اور مخلصین کی اس خاص طریقہ سے
 بارہا تائید فرمائی کہ ان کو صحیح و سالم فرشتوں سے آسمانوں پر اٹھوا لیا اور دشمن
 دیکھتے ہی رہ گئے۔ تاکہ اس کی قدرت کاملہ کا ایک نشان اور کرشمہ ظاہر ہو اور
 اس کے نیک بندوں کی کرامت اور منکرین معجزات و کرامات کی سبوتی
 دولت آشکارا ہو۔ اور اس قسم کے خوارق کا ظہور مومنین اور مصدقین کیلئے

موجب طمانیت اور مکنہ بین کے لیے اتمام حجت کا کام دے۔

ان واقعات سے یہ امر بھی بخوبی ثابت ہو گیا کہ کسی جسم عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا نہ قانون قدرت کے خلاف ہے نہ سنت اللہ کے مصادم ہے بلکہ اسی حالت میں سنت اللہ ہی ہے کہ اپنے خاص بندوں کو آسمان پر اٹھایا جائے تاکہ اس ملک مقتدر کی قدرت کا کرشمہ ظاہر ہو اور لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ حق تعالیٰ کی اپنے خاص ان خاص بندوں کے ساتھ ہی سنت ہے کہ ایسے وقت میں ان کو آسمان پر اٹھالیتا ہے۔ غرض یہ کہ کسی جسم عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا قطعاً محال نہیں بلکہ ممکن اور واقع ہے اور اسی طرح کسی جسم عنصری کا بغیر کھانے اور پینے زندگی بسر کرنا بھی محال نہیں۔ اصحاب کہف کا تین سو سال تک بغیر کھانے پینے زندہ رہنا قرآن کریم میں مذکور ہے وَلَبِئْسَ ثَوَاغِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا اس سے مراد صاحب کا یہ وسوسہ بھی زائل ہو گیا کہ جو شخص اسی یا نوے سال کو پہنچ جاتا ہے وہ محض نادان ہو جاتا ہے کما قال تعالیٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْدَلِ الْعُمْرِ لِكَيْلَا يُعْلَمَ شَيْءًا اس لیے کہ اردل العمر کی تفسیر میں اسٹی یا نوے سال کی قید مرزا صاحب نے اپنی طرف سے لگائی ہے قرآن وحدیث میں کہیں قید نہیں۔ اصحاب کہف تین سو سال تک کہیں نادان نہیں ہو گئے۔ اور علی ہذا حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام صد ہا سال زندہ رہے اور ظاہر ہے کہ نبی کے علم اور عقل کا زائل ہونا ناممکن اور محال ہے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب
 دجال ظاہر ہوگا تو شدید فحط ہوگا اور اہل ایمان کو کھانا میسر نہ آئے گا اس پر
 صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس وقت اہل ایمان کا کیا حال ہوگا؟
 آپ نے ارشاد فرمایا: یجزئہم ما یجزئ السماء من التسبیح و
 التقدیس یعنی اس وقت اہل ایمان کو فرشتوں کی طرح تسبیح و تقدیس
 ہی غذا کا کام دے گی۔

اور حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی دن کا صوم وصال
 رکھتے اور یہ فرماتے اب کو مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی
 تم میں کون شخص میری مثل ہے کہ جو صوم وصال میں میری برابری کرے میرا
 پروردگار مجھے غیب سے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ یہ غیبی طعام میری غذا ہے
 معلوم ہوا کہ طعام و شراب عام ہے خواہ حسی ہو یا غیبی ہو۔ لہذا اَدَمَ
 جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا اَلَا یَاکُلُوْنَ الطَّعَامَ سے یہ استدلال کرنا کہ
 جسم عنصری کا بغیر طعام و شراب کے زندہ رہنا ناممکن ہے غلط ہے۔ اس لیے
 کہ طعام و شراب عام ہے کہ خواہ حسی ہو یا معنوی۔ حضرت آدم علیہ السلام
 اکل ثمر سے پہلے جنت میں ملائکہ کی طرح زندگی بسر فرماتے تھے۔ تسبیح و
 تہلیل ہی ان کا ذکر تھا۔ پس کیا حضرت مسیح جو کہ نفخہ جبرئیل سے پیدا ہونے کی
 وجہ سے جبرئیل امین کی طرح تسبیح و تہلیل سے زندگی بسر نہیں فرما سکتے
 قال تعالیٰ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ۔ کیا اصحاب
 کہف کا تین سو نو سال تک بغیر کھانے اور پینے زندہ رہنا اور حضرت

یونس علیہ السلام کا شکم ماری میں بغیر کھانے پیے زندہ رہنا قرآن کریم میں صراحتاً
مذکور نہیں؟ اور حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد
فَلَوْ كُنَّا اَنۡتَ اَنۡكَرَ مِمَّنۡ اَنۡشَأۡنَا مِثۡلَکَ مِنْ اَلۡنَّسِیۡمِ حِیۡنَ لَبِیۡثَکَ فِیۡ بُطْنِیۡہِ اِلَیَّ یٰۤاِیُّم
یُبۡعَثُوۡنَ ۝ اس پر صاف دلالت کرتا ہے کہ یونس علیہ السلام اگر صحیر
میں سے نہ ہوتے تو اسی طرح قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ٹھہرے رہتے
اور بغیر کھانے اور پیے زندہ رہتے۔

دہا مہدین کا یہ سوال کہ زمین سے لے کر آسمان تک کی طویل مسافت کا
چند لمحوں میں طے کر لینا کیسے ممکن ہے؟

سو جواب یہ ہے کہ حکمائے جدید کہتے ہیں کہ نور ایک منٹ میں ایک
کروڑ میں لاکھ میل کی مسافت طے کرتا ہے۔ بجلی ایک منٹ میں پانچ سو
مرتبہ زمین کے گرد گھوم سکتی ہے۔ اور بعض ستارے ایک ساعت میں
آٹھ لاکھ اسی ہزار میل حرکت کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں انسان جس وقت نظر
اٹھا کر دیکھتا ہے تو حرکت شعاعی اس قدر سریع ہوتی ہے کہ ایک ہی آن
میں آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ اگر یہ آسمان حائل نہ ہوتا تو اور دور تک جلا
مکن تھا۔ نیز جس وقت آفتاب طلوع کرتا ہے تو نور شمس ایک ہی آن میں
تمام کرۂ ارضی پر پھیل جاتا ہے حالانکہ سطح ارضی ۶۳۶۳۶۳۶ فرسخ کی جیسا
کہ سبع شداد منک پر مذکور ہے اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے لہذا مجموعہ
۸۰۹۰۹۰۹ کرور میل ہوا۔ حکمائے قدیم کہتے ہیں کہ جتنی دیر میں ہریم شمس
بتامہ طلوع کرتا ہے اتنی دیر میں فلک اعظم کی حرکت ۵۱۹۶۰۰ لاکھ فرسخ ہوتی

ہے اور ہر فرسخ چونکہ تین میل کا ہوتا ہے لہذا مجموعہ مسافت ۱۵۵۸۸۰۰ میل ہوئی۔ نیز مشیاطین اور جنات کا شرق سے لے کر غرب تک آن و آمد میں اس قدر طویل مسافت کا طے کر لینا ممکن ہے تو کیا خداوند عالم اور قادر مطلق کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی خاص بندے کو چند لمحوں میں اس قدر طویل مسافت طے کرا دے۔ آصف بن برخیا کا مہینوں کی مسافت سے بلقیس کا تخت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پاک جھپکنے سے پہلے پہلے حاضر کر دینا قرآن کریم میں مصرح ہے لَمَّا قَالَ تَعَالَىٰ وَقَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمُ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَنَّكَ إِلَيْكَ طَرَفًا فَلَمَّا سَاهَاهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِي سَرِيعًا۔ اسی طرح سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کا مسخر ہونا بھی قرآن کریم میں مذکور ہے کہ وہ ہوا سلیمان علیہ السلام کے تخت کو جہاں چاہے اڑا کر لے جاتی اور مہینوں کی مسافت گھنٹوں میں طے کرتی لَمَّا قَالَ تَعَالَىٰ وَتَخَوَّنَا

السَّيْحَةِ تَكْرِيًّا بِأَمْرِهِ۔
 آج کل کے محدثین فی گھنٹہ تین سو میل کی مسافت طے کرنے والے ہوائی جہاز پر تو ایمان لے آئے ہیں مگر نہ معلوم سلیمان علیہ السلام کے تخت پر بھی ایمان لاتے ہیں یا نہیں۔ ہوائی جہاز بندہ کی بنائی ہوئی مشین سے اڑتا ہے اور سلیمان کے تخت کو ہوا حکم خداوندی اڑا کر لے جاتی تھی کسی بندہ کے عمل اور صنعت کو اس میں دخل نہ تھا اس لیے وہ معجزہ تھا اور ہوائی جہاز معجزہ نہیں۔

مرزا صاحب از الہ الا وہام ص ۲۷ ج ۱ تقطیع خورد اور منہ تقطیع کلاں پر

لکھتے ہیں کہ کسی جسد عنصری کا آسمان پر جانا سر اسر محال ہے۔ اس لیے کہ ایک
 جسم عنصری طبقہ ناریہ اور کمرہ زمیریہ سے کس طرح صحیح و سالم گزر سکتا ہے ؟
 جواب یہ ہے کہ جس طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یلۃ المعراج میں
 اور ملائکہ اشراکائیل و مہار طبقہ ناریہ اور کمرہ زمیریہ سے مرور و عبور ممکن ہے
 اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی عبور و مرور ممکن ہے اور
 جس راہ سے حضرت آدم علیہ السلام کا ہیبوط و نزول ہوا ہے اسی راہ
 سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہیبوط و نزول بھی ممکن ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ
 السلام پر آسمان سے ماندہ کا نازل ہونا قرآن کریم میں صراحتہ مذکور ہے مگر
 قَالَ تَعَالَىٰ إِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّونَ یَعِیْسٰی بَنُیْ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ
 مَرْبُکَ اَنْ یُنْزِلَ عَلَیْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۚ اِلٰی قَوْلِهِ تَعَالٰی اَقَالَ
 عِیْسٰی بَنُیْ مَرْیَمَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ
 تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا ۙ اِلَّا وَلَیْنَا وَآخِرُنَا وَاٰیةٌ مِّنْكَ وَاَمْرٌ زُقْنًا وَاَنْتَ
 خَیْرُ الرَّآزِقِیْنَ ؕ قَالَ اَللّٰهُ اِنِّیْ مُنْزِلُهَا عَلَیْکُمْ ۖ اِس
 ماندہ کا نزول بھی طبقہ ناریہ میں ہو کر ہوا ہے۔ مرزا صاحب کے زعم فاسد اور
 خیال باطل کی بنا پر اگر وہ نازل ہوا ہو گا تو طبقہ ناریہ کی حرارت اور گرمی سے
 جل کر خاکستر ہو گیا ہو گا۔ بعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔ یہ سب شیطا طین
 الانس کے دوسے ہیں اور انبیاء و مرسلین کی آیات نبوت اور کرامات سالت
 پر ایمان نہ لانے کے بہانے ہیں۔ کیا خداوند ذوالجلال عیسیٰ علیہ السلام کے لیے
 طبقہ ناریہ کو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح بردا و سلام نہیں بنا سکتا ؟

جب کہ اس کی شان یہ ہے۔

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ
فَسُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْعِزَّةِ وَالْكَبروتِ أَمِنْتَ
بِاللهِ وَكَفَرْتَ بِالطَّاغُوتِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حیاتِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی رات

قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ

فِيمَا نَقَضَ مِنْهُمْ مِيثَاقَهُمْ وَكَفَرُوا بِآيَاتِ اللهِ وَ
قَتَلُوا لَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا
غُلْفٌ. بَلْ طَبَعَ اللهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا
يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا وَكَفَرُوا
قَوْلِهِمْ عَلَى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا وَقَوْلِهِمْ إِنَّا
قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى بْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللهِ وَ
مَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَ

وَالَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهَا لَعَنَّا شَيْئًا مِّنْ مَا
 نَهَيْتَنَّهُمْ عَنْ عَمَلِهِمْ اِلَّا اَتْبَاعَ الْظُلْمِ وَفَاقْتُلُوهُ
 يَقِيْنًا بَلْ مَرَّ فَعَمَّا اللّٰهُ اِلَيْكُمْ وَكَاتَ اللّٰهُ
 عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

(رابطہ) حق جل شانہ نے ان آیات شریفہ میں یہود بے بہبود کے ملعون
 اور مغضوب اور مطرود و مردود ہونے کے کچھ وجوہ و اسباب ذکر کیے ہیں۔
 چنانچہ فرماتے ہیں کہ پس ہم نے یہود کو متعدد وجوہ کی بنا پر مورد لعنت و
 غضب بنایا۔ (۱) نقض عہد اور میثاق کی وجہ سے (۲) اور آیات الہیہ
 اور احکام خداوندیہ کی تکذیب اور انکار کی وجہ سے۔ (۳) اور خدا کے پیغمبروں کو
 بے وجہ محض عناد اور دشمنی کی بنا پر قتل کرنے کی وجہ سے (۴) اور اس قسم کے
 متکبرانہ کلمات کی وجہ سے کہ مثلاً ہمارے قلوب علم اور حکمت کے ظرف ہیں
 ہمیں تمہاری ہدایت اور ارشاد کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ ان کے قلوب
 علم اور حکمت اور رشد و ہدایت سے بالکل خالی ہیں بلکہ اللہ نے ان کے عناد
 اور تکبر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے جس کی وجہ سے قلوب میں جہالت
 اور ضلالت بند ہے اوپر سے ہر لگی ہوئی ہے اندر کا گھرباہر نہیں آسکتا اور باہر
 سے کوئی رشد و ہدایت کا اثر اندر نہیں داخل ہو سکتا پس اس گروہ میں نہ
 کوئی ایمان لائے والا نہیں مگر کوئی شاذ و نادر جیسے عبداللہ بن مسعود
 ان کے رفقاء (۵) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر و عداوت کی وجہ
 سے۔ (۶) اور حضرت شریک پر عظیم بہتان لگانے کی وجہ سے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی اہانت اور تکذیب کو بھی مستلزم ہے۔ اہانت تو اس لیے کہ کسی کی ماں کو
زانیہ اور بدکار کہنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ شخص ولد الزنا ہے اور العیاذ باللہ تعالیٰ کے
حق میں ایسا تصور بھی بدترین کفر ہے۔ اور تکذیب اس طرح لازم آتی ہے،
کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے حضرت مریم کی ہر اہانت اور ذراہمت ظاہر
ہو چکی ہے اور تمہمت لگانا ہر اہانت اور ذراہمت کا صاف انکار کرنا ہے۔ (۷)

اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ جو بطور تفاخر کہتے تھے کہ ہم نے مسیح بن مریم
جو رسول اللہ ہونے کے بڑی تھے ان کو قتل کر ڈالا۔ نبی کا قتل کرنا بھی کفر ہے،
بلکہ ارادۂ قتل بھی کفر ہے اور پھر اس قتل پر فخر کرنا یہ اس سے بڑھ کر کفر ہے۔
اور حالانکہ ان کا یہ قول کہ ہم نے مسیح بن مریم کو قتل کر ڈالا بالکل غلط ہے
ان لوگوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ سولی چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا
اور جو لوگ حضرت مسیح کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ سب شک
اور تردد میں پڑے ہوئے ہیں اور ان کے پاس کسی قسم کا کوئی ترجیح علم اور صحیح
معرفت نہیں سوائے گمان کی پیروی کے کچھ بھی نہیں۔ خوب سمجھیں کہ یہ
اُمّ طحی اور یقینی ہے کہ حضرت مسیح کو کسی نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے
ان کو اپنی طرف یعنی آسمان پر اٹھالیا اور ایک اور شخص کو حضرت عیسیٰ کا
شبہ اور ہم شکل بنا دیا اور حضرت عیسیٰ سمجھ کر اسی کو قتل کیا اور صلیب پر
چڑھایا اور اسی وجہ سے یہود کو اشتباہ ہوا اور پھر اس اشتباہ کی وجہ سے
اختلاف ہوا اور یہ سب اللہ کی قدرت اور حکمت سے کوئی بعید نہیں ہے
شک اللہ تعالیٰ بڑے غالب اور حکمت والے ہیں کہ اپنی قدرت اور حکمت سے

اپنے نبی کو دشمنوں سے بچالیا اور زندہ آسمان پر اٹھایا اور ان کی جگہ ایک شخص کو
ان کے ہم شکل بنا کر قتل کرایا اور تمام قاتلین کو قیامت تک اشتباہ اور اختلاف
میں ڈال دیا۔

تفصیل

امید واثق ہے کہ ناظرین اس اجمالی تفسیر سے سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ آیات
شریفہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمی میں نص صریح ہیں۔ اب ہم کسی
قدر تفصیل کرنا چاہتے ہیں تاکہ طالبان حق کی بفضل خدا پوری تشفی اور سلی ہو جائے
ورنہ ہم کیا اور ہماری مجال کیا، اور ہم کیا اور ہماری تحریر کیا کہ جس سے تسلی اور
تشفی کر سکیں لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ قلوب اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں جس
طرح چاہے اور جہ ہر چاہے دلوں کو پلٹتا اور پھیرتا ہے۔ اسی کی توفیق سے لکھ رہا
ہوں اور اسی کی توفیق سے اپنے لیے اور ناظرین کرام کے لیے اسی کی توفیق اور
دست گیری کی امید رکھتا ہوں اور اسی کی اعانت اور تائید سے ناظرین اور
قارئین کی تعلیم و تفہیم کے لیے چند امور ذکر کرتا ہوں۔

(۱)

ان آیات میں یہودی بے بہود پر لعنت کے اسباب کو ذکر فرمایا ہے۔
ان میں ایک سبب یہ ہے وَقَوْلِهِمْ هَلْ مَرْجِعُنَا عِظِيمًا یعنی
حضرت مریم پر طوفان اور ہتان لگانا۔ اس طوفان اور ہتان عظیم میں مرزا
صاحب کا قدم یہودی سے کہیں آگے ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں

حضرت مریم پر جو بہتان کا طوفان برپا کیا ہے یہودی کتابوں میں اس کا چالیسواں حصہ بھی نہ ملے گا۔ مرزا صاحب کی عبارتیں نقل کرنے کی ضرورت نہیں عیاں سا چہ بیاں ہم سے تو مرزا صاحب کی وہ عبارتیں پڑھی بھی نہیں جاتیں اور مرزا یوں کو تو قرآن کی طرح یاد ہیں بلکہ کچھ اس سے بھی بڑھ کر اس لیے ان کے نفس کی ضرورت نہیں۔

(۲)

آیات کا سیاق و سباق بلکہ سارا قرآن روز روشن کی طرح اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ یہودی بے ملعونیت اور مغضوبیت کا اصل سبب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عداوت اور دشمنی ہے۔ مرزا صاحب اور مرزائی جماعت کی زبان اور قلم سے حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ و السلام کے بغض اور عداوت کا جو منظر دنیا نے دیکھا ہے وہ یہودی کے وہم و گمان سے بالا اور برتر ہے۔ مرزا صاحب کے لفظ لفظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دشمنی ٹپکتی ہے۔

قَدْ بَدَأَتْ الْبَغْضَاءُ
مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا
تَنْخَفِي صُدُورُهُمْ
أَكْبَرُ
انتہائی بغض اور عداوت خود بخود
ان کے منہ سے ظاہر ہو رہی ہے اور
جو عداوت ان کے سینوں میں مخفی اور
پوستیدہ ہے وہ تمہارے خواب و خیال
سے بھی کہیں زیادہ ہے۔

مرزا صاحب نے نصاریٰ کے الزام کے بہانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی شان میں اپنے دل کی عداوت دل کھول کر نکالی جس کے تصور سے بھی گلجہ شق ہوتا ہے۔

(۳۳)

پہلی آیت میں وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بَغْيٍ حَقٍّ فرمایا۔ یعنی انبیاء کو قتل کرنے کی وجہ سے ملعون اور مغضوب ہوئے اور اس آیت میں وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ فرمایا۔ یعنی اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر ڈالا۔ معلوم ہوا کہ محض قول ہی قول ہے اور قتل کا محض زبانی دعویٰ ہے۔ اگر دیگر انبیاء کی طرح حضرت مسیح واقع میں مقتول ہوئے تھے تو جس طرح پہلی آیت میں وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ فرمایا تھا اسی طرح اس آیت میں وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ فرمایا۔ یعنی بن مریم عیسیٰ بن مریم رسول اللہ فرماتے۔ پہلی آیت میں لعنت کا سبب قتل انبیاء ذکر فرمایا اور دوسری آیت میں لعنت کا یہ سبب ان کا ایک قول بتلایا۔ یعنی ان کا یہ کہنا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کر ڈالا۔ معلوم ہوا کہ جو شخص یہ کہے کہ مسیح بن مریم مقتول اور مصلوب ہوئے وہ شخص بلاشبہ ملعون اور مغضوب ہے۔ نیز اس آیت میں حضرت مسیح کے دعوائی قتل کو بیان کر کے بَلْ تَرَفَعَهُ اللَّهُ فرمایا اور انبیاء سے باقیین کے قتل کو بیان کر کے بَلْ تَرَفَعَهُمُ اللَّهُ نہیں فرمایا حالانکہ قتل کے بعد ان کی ارواح طیبہ آسمان پہ اٹھانی گئیں۔

(۳۴)

اس مقام پر حق جل شانہ نے دو لفظ استعمال فرمائے۔ ایک تَقَاتَلُوا

جس میں قتل کی نفی فرمائی۔ دوسرا وَمَا صَلَبُوْهُ جس میں صلیب پر چڑھائے جانے کی نفی فرمائی۔ اس لیے کہ اگر فقط وَمَا قَتَلُوْهُ فرماتے تو یہ احتمال رہ جاتا کہ ممکن ہے قتل نہ کیے گئے ہوں لیکن صلیب پر چڑھائے گئے ہوں۔ اور علیٰ ہذا اگر فقط وَمَا صَلَبُوْهُ فرماتے تو یہ احتمال رہ جاتا کہ ممکن ہے صلیب تو نہ دیے گئے ہوں لیکن قتل کر دیے گئے ہوں۔ علاوہ ازیں بعض مرتبہ یہود ایسا بھی کرتے تھے کہ اول قتل کرتے اور پھر صلیب پر چڑھاتے۔ اس لیے حق تعالیٰ شانہ نے قتل اور صلیب کو علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا اور پھر ایک حرف نفی پر اکتفا نہ فرمایا یعنی وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ نہیں فرمایا ہے بلکہ حرف نفی یعنی کلمہ مَا کو قتل اور صلیب کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا اور پھر ما قتلوه اور پھر ما صلبوه فرمایا تاکہ ہر ایک کی نفی اور ہر ایک کا جدا گانہ مستقلاً رہ جائے اور خوب واضح ہو جائے کہ ہلاکت کی کوئی صورت ہی پیش نہیں آئی نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب ہوئے اور نہ قتل کر کے صلیب پر لٹکانے گئے۔ دشمنوں نے ایٹری چوٹی کا سارا زور ختم کر دیا مگر سب بے کار گیا۔ قادرِ توانا جس کو پچانا چاہے اُسے کون ہلاک کر سکتا ہے۔

کہ زور آورد گر تو یاری دی

کہ گیرد چو تو رستگاری دی

مرزا کی جماعت کا یہ خیال ہے کہ اس آیت میں مطلق قتل اور صلیب

کی نفی مراد نہیں بلکہ ذلت اور لعنت کی موت کی نفی مراد ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہ محض وسوسہ شیطانی ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ یہود کے خیال کی تردید ہے تو تب بھی آیت میں یہود کا پورا رد ہے۔ اس لیے کہ یہود کا گمان یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام العبادۃ بالشر جھوٹے نبی ہیں اور جھوٹا نبی ضرور قتل ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ وہ قتل بھی نہیں کیے گئے اور نہ صلیب پر چڑھائے گئے اس لیے کہ وہ خدا کے سچے نبی تھے۔ علاوہ ازیں اگر یہود کے اس عزم کی رمت کی جائے تو وقتیلہم الا نبیاء بغیر حق اور یقتلون النبیین کے یہ معنی ہونے چاہیں کہ معاذ اللہ وہ انبیاء ذلت اور لعنت کی موت مرے۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَقُولُونَ
اِلَّا كَذِبًا

(۵)

وَالْكَفُّ شُبُهَاتِهِمْ

یعنی ان کے لیے اشتباہ پیدا کر دیا گیا یا شبہ کی ضمیر حضرت مسیح کی طرف راجع کر دیا اور اس طرح ترجمہ کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا ایک شبہ اور ہم شکل ان کے سامنے کر دیا گیا تاکہ عیسیٰ سمجھ کر اس کو قتل کریں اور ہمیشہ کے لیے اشتباہ اور التباس میں پڑ جائیں۔ حضرت مشاہد القادر اس طرح ترجمہ فرماتے ہیں لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے۔ یہ ترجمہ اسی اشتباہ کی تفسیر ہے یعنی اس صورت سے وہ اشتباہ اور التباس میں پڑ گئے۔

ابن عباسؓ سے باسناد صحیح منقول ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیحؑ کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ کو مکان کے ایک دریچہ سے آسمان پر اٹھالیا اور ان ہی میں سے ایک شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کے ہم شکل اور شاہ بنادیا۔ یہودیوں نے اس کو عیسیٰ سمجھ کر قتل کر دیا اور بہت ہوئے کہ تم اپنے مدعا میں کامیاب ہو گئے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

قال ابن ابی حاتم حدثنا

احمد بن سنان حدثنا

ابو مخویۃ عن الامام

عن المنہال بن عمر عن

سعید بن جبیر عن ابن

عباسؓ قال ما اراد الله

ان يرفع عیسیٰ الی السماء

فخرج علی اصحابہ و فی

البیت اثنا عشر رجلا

من الخواریج یعنی

فخرج علیہم من عین

فی البیت و مرأسہ

یقطر ماء فقال ان منکم

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حق

تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر

اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو عیسیٰ علیہ السلام

اس چشمہ سے کہ جو مکان میں تھا غسل

فرما کر باہر شریف لائے اور سر مبارک

سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

اظہار غیہ غسل آسمان پر جانے کے لیے

تھا جیسے مسجد میں آنے سے پہلے وضو

کرتے ہیں) باہر مجلس میں بارہ خواہین

موجود تھے۔ ان کو دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا

کہ بے شک تم میں سے ایک شخص مجھ پر

ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ نذر کرے گا

بعد ازاں فرمایا کہ کون شخص تم میں سے اس پر

من يكفر بي اثني عشر
مرّة بعد ان اُمن بي
قال ايكمل يقى عليه
شبهى فيقتل مكاني و
يكون معى في درجتي
فقام شاب من احداثهم
سنا فقال له اجلس ثم
اعاد عليه مقام ذلك
الشاب فقال انا فقال
هو انت ذاك فالتقى عليه
شبه عيسى ورفع عيسى
من روضة في البيت
الى السماء قال وحاء
الطلب من اليه هود
فاخذوا الشبه فقتلوه
ثم صلبوه الى اخر القصة
وهذا اسناد صحيح الى
ابن عباس ورواه النسائي
عن ابى كريب عن ابى

رافى ہے کہ اس پر میری شبابست ڈال
دی جائے اور وہ میری جگہ قتل کیا جائے
اور میرے درجہ میں میرے ساتھ رہے
بہ سنتے ہی ایک نوجوان کھڑا ہوا اور اپنی
کو اس جاں نثاری کے لیے پیش کیا۔
عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بیٹھ جا۔ اور پھر
عیسیٰ علیہ السلام نے اسی سابق کلام کا
اعادہ فرمایا، پھر وہی نوجوان کھڑا ہوا اور
عرض کیا، میں حاضر ہوں۔
نشد نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سردوستاں سلامت کہ تو خجرا زمانی
عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا تو ہی وہ شخص
ہے؟ اس کے فوراً ہی بعد اس نوجوان پر
عیسیٰ علیہ السلام کی شبابست ڈال دی
گئی اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشن
سے آسمان پر اٹھالیے گئے۔ بعد ازاں
یہود کے پیادے عیسیٰ علیہ السلام کی،
گرفتاری کے لیے گھر میں داخل ہوئے
اور اس شبیہ کو عیسیٰ سمجھ کر گرفتار کیا اور

مَجُوبَةٌ وَكَذَا ذَكَرَ غَيْرُ وَاحِدٍ

مِنَ السَّلَفِ إِنَّ قَتْلَ

لِهَذَا يَكْمِلُ قِيَّ شَبِيهِ

فِي قَتْلِ مَكَانِي وَهُوَ رَفِيقِي

فِي الْجَنَّةِ

(تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۸)

قتل کو کے صلیب پر لٹکایا۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کہ سند اس کی

صحیح ہے اور بہت سے سلف سے اسی

طرح مروی ہے۔

اس روایت سے صلوٰۃ ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے رفع الی السماء

کا بذریعہ وحی پہلے ہی علم ہو چکا تھا اور یہ علم تھا کہ اب آسمان پر جانے کا تھوڑا

ہی وقت باقی رہ گیا ہے اور ظاہر یہ غسل آسمان پر جانے کے لیے تھا جیسا کہ

عید میں جانے کے لیے غسل ہوتا ہے۔ میرا گمان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اس وقت ذرہ برابر مضطرب اور پریشان نہ تھے بلکہ غایت درجہ سکون

اور اطمینان میں تھے بلکہ نہایت درجہ شادان و فرحان تھے۔

خرم آں روز کہ میں منزل میراں بروم

راحت جاں طلبم وز پئے جاناں بروم

بعض روایات میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے رفع الی السماء سے پہلے

حوارین کی دعوت فرمائی اور خود اپنے دست مبارک سے ان کے ہاتھ دھلے

اور سجائے رومال کے اپنے جسم مبارک کے کپڑوں سے ان کے ہاتھ پونچھے۔ یہ روایت

تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۹ پر ہے۔

گویا کہ یہ دعوت رفع الی السماء کا ولیمہ اور رخصتانہ تھا اور احباب کی

الوداعی دعوت تھی۔ الغرض غسل فرما کر برآمد ہونا اور احباب کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلانا یہ سب آسمان پر جانے کی تیاری تھی۔ جب فارغ ہو گئے تو اپنے ایک عاشق جاں نثار پر اپنی شبابہت ڈال کر روح القدس کی معیت میں معراج کے لیے آسمان کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ رفیع الی السماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معراج جسمانی تھی جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جبریل امین کی معیت میں آسمانوں کی معراج کے لیے روانہ ہوئے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت جبریل کی معیت میں معراج کے لیے آسمان پر روانہ ہوئے۔

فائدہ

صحیح مسلم میں نو اس بن سمان کی حدیث میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب دمشق کے منارۃ شرقیہ پر اتریں گے تو سر مبارک سے پانی ٹپکتا ہوا ہوگا بسجاں انہر جس وقت آسمان پر شریف لے گئے اس وقت بھی سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور جس وقت قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے اس وقت بھی سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوئے ہوں گے۔ جس شان سے تشریف لے گئے تھے اسی شان سے تشریف آوری ہوگی۔

تذکرہ

سلف میں اس کا اختلاف ہے کہ جس شخص پر عیسیٰ علیہ السلام کی شبابہت

ڈالی گئی وہ یہودی تھا یا منافق عیسائی یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مخلص حواری
گذشتہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص مومن مخلص تھا۔ اس لیے کہ اسی
روایت میں یہ بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس پر میری شبہات
ڈالی جائے گی وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

ایک شبہ کا ازالہ

جس طرح فرشتوں کا شکل شبہ متثل ہونا اور موسیٰ علیہ السلام کے
عصا کا اٹھ دہا بن جانا قرآن کریم میں منصوص ہے اور انبیاء کرام کے لیے پانی کا
شراب اور زیتون بن جانا نصاریٰ کے نزدیک مسلم ہے۔ پس اسی طرح اگر
کسی شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ اور ہم شکل بنا دیا جائے تو کیا استبعاد
ہے؟ احیاء موتی کا معجزہ القار شبیہ کے معجزہ سے کہیں زیادہ بلند تھا لہذا
احیاء موتی کی طرح القار شبیہ کے معجزہ کو بھی بلاشبہ اور بلا تردد تسلیم
کرنا چاہیے۔

بَلِّغْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْكَ

یعنی یہودی حضرت مسیح کو نہ قتل کر سکے اور نہ صلیب دے سکے۔ بلکہ
اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ کو اپنی طرف یعنی
آسمان پر اٹھالیا۔ جیسا کہ امام رازی نے *وَأَيُّكَ نَاهُ بِرُؤُوسِ الْقُدَّاسِ*
کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ حضرت جبریل کو حضرت عیسیٰ کے ساتھ خاص

خصوصیت تھی کہ انہیں کے نفخہ سے پیدا ہوئے، انہیں کی تربیت میں رہے۔
 اور وہی ان کو آسمان پر چڑھا کر لے گئے۔ تفسیر کبیر ص ۲۳۶۔ جیسا کہ شب
 معراج میں حضرت جبریل آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آسمان پر
 لے گئے۔ صحیح البخاری میں ہے ثم اخذ بیدای فخرجہا الی السماء۔ یہ بیت
 رفع جسمی کے بارے میں نص صریح ہے کہ حق جل شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ
 السلام کو اسی جسد غنصری کے ساتھ زندہ اور صحیح اور سالم آسمان پر
 اٹھالیا۔ اب ہم اس کے دلائل اور براہین ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ غور سے
 پڑھیں:-

(۱۱)

یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ کی ضمیر اسی طرف
 راجع ہے کہ جس طرف قتلہ اور صلیبہ کی ضمیریں راجع ہیں اور ظاہر ہے کہ
 قتلہ اور صلیبہ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم مبارک اور جسد مطہر
 کی طرف راجع ہیں۔ روح بلا جسم کی طرف راجع نہیں۔ اس لیے کہ قتل کرنا اور
 صلیب پر چڑھانا جسم ہی کا ممکن ہے۔ روح کا قتل اور صلیب قطعاً ناممکن
 ہے۔ لہذا بل رفعہ کی ضمیر اسی جسم کی طرف راجع ہوگی جس جسم کی طرف قتلہ اور
 صلیبہ کی ضمیریں راجع ہیں۔

(۱۲)

دوم یہ کہ یہود و روح کے قتل کے مدعی نہ تھے بلکہ جسم کے قتل کے مدعی تھے
 اور بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ سے اس کی تردید کی گئی ہے۔ لہذا بل رفعہ میں رفع

جسم ہی مراد ہوگا۔ اس لیے کہ کلمہ بَلْ کلام عرب میں ماقبل کے ابطال کے لیے آتا ہے۔ لہذا بَلْ کے ماقبل اور مابعد میں منافات اور تضاد کا ہونا ضروری ہو جیسا کہ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحَانَ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ولدیت اور عبودیت میں منافات ہے دونوں جمع نہیں ہو سکتے اَمْ يَقُولُونَ سُبْحَانَ حِجَّتْ بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ مَجْنُونٌ اور اتیان بالحق یعنی من جانب الشرع کو لے کر آنا یہ دونوں متضاد اور متنافی ہیں یک جا جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ ناممکن ہے کہ مشرعبیت حقہ کا لانے والا مجنون ہو۔ اسی طرح اس آیت میں یہ ضروری ہے کہ مقتولیت اور مصلوبیت جو بَلْ کا ماقبل ہے وہ مرفوعیت الی الشر کے متنافی ہو جو بَلْ کا مابعد ہے اور ان دونوں کا وجود اور تحقق میں جمع ہونا ناممکن ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مقتولیت اور روحانی رفع بمعنی موت میں کوئی منافات نہیں محض روح کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا قتل جسمانی کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ شہید کا جسم تو قتل ہو جاتا ہے اور روح آسمان پر اٹھالی جاتی ہے۔ لہذا ضروری ہوا کہ بَلْ رفع الشر میں رفع جسمانی مراد ہو کہ جو قتل اور صلب کے متنافی ہے اس لیے کہ رفع روحانی اور رفع عزت اور رفعت شان قتل اور صلب کے متنافی نہیں بلکہ جس قدر قتل اور صلب ظلمنا ہوگا اسی قدر عزت اور رفعت شان میں اضافہ ہوگا۔ اور درجات اور زیادہ بلند ہوں گے۔ رفع درجات کے لیے تو موت اور قتل کچھ بھی شرط نہیں۔ رفع درجات زندہ کو بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ اَوَلَمْ يَرَفِعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ

وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ

یہود حضرت مسیح علیہ السلام کے جسم کے قتل اور صلیب کے مدعی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ابطال کے لیے بَل رَفَعَهُ اللہ فرمایا۔ یعنی تم غلط کہتے ہو کہ تم نے اس کے جسم کو قتل کیا، یا صلیب پر چڑھایا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو صحیح دستِ آسمان پر اٹھالیا۔ نیز اگر رفع سے روح یعنی موت مراد ہے تو قتل اور صلیب کی نفی سے کیا فائدہ؟ قتل اور صلیب سے غرض موت ہی ہوتی ہے اور بل اضرابیہ کے بعد

کو بصیغہ ماضی لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ رفع الی السماء باعتبار ماقبل کے امر ماضی ہے۔ یعنی تمہارے قتل اور صلیب سے پہلے ہی ہم نے ان کو آسمان پر اٹھالیا۔ جیسا کہ بَل جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ میں صیغہ ماضی اس لیے لایا گیا کہ یہ بتلادیا جائے کہ آپ کا حق کو لے کر انا کفار کے مجنون کہنے سے پہلے ہی واقع ہو چکا ہے۔ اسی طرح بَل رَفَعَهُ اللہ بصیغہ ماضی لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ رفع الی السماء ان کے مزعوم اور خیالی قتل اور صلیب سے پہلے ہی واقع ہو چکا ہے۔

(۱۳)

جس جگہ لفظ رفع کا مفعول یا متعلق جسمانی شے ہوگی تو اس جگہ یقیناً جسم کا رفع مراد ہوگا۔ اور اگر رفع کا مفعول اور متعلق درجہ یا منزلہ یا مرتبہ یا امر معنوی ہو تو اس وقت رفع مرتبہ اور بلندی مرتبہ کے معنی مراد ہوں گے۔ لہذا قال تعالیٰ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ اٹھایا ہم نے تم پر کوہ طور اللہ الٰہی رَفَع

السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرْكُوزُهَا اَشْرَىٰ نَے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ وَلَا ذَرِيعًا تَرْفَعُ اِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمَاعِيلُ یاد کرو اُس وقت کو کہ جب ابراہیم بیت اشر کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور اسمعیل ان کے ساتھ تھے۔ وَ سَرَفَعَ اَبُو يَحْيٰى عَنكَ الْعَرِشَ يُوْسُفُ عَلَیْہِ السَّلَامُ نے اپنے والدین کو تخت کے اوپر بٹھایا۔ ان تمام مواقع میں لفظ رفع اجسام میں مستعمل ہوا ہے اور ہر جگہ رفع جسمانی مراد ہے اور وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا اول سَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ ہم نے بعض کو بعض پر درجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے بلند کیا۔ اس قسم کے مواقع میں رفعت شان اور بلندی رتبہ مراد ہے۔ اس لیے کہ رفع کے ساتھ خود ذکر اور درجہ کی قید مذکور ہے۔

ایک حدیث میں ہے اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَى السَّمٰوٰتِ السَّابِعَةِ۔ مرواۃ الخرائطی فی مکارم الاخلاق۔ جب بندہ تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ساتویں آسمان پر اٹھالیتے ہیں۔ اس حدیث کو خرائطی نے اپنی کتاب مکارم الاخلاق میں ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ کنز العمال ص ۱۲۵

اس روایت کو مرزائی بہت خوش ہو کر بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں کہ رفع کا مفعول جسمانی شے ہے اور الی السماء کی بھی تصریح ہے۔ مگر باوجود اس کے رفع سے رفع جسمی مراد نہیں بلکہ رفع معنوی مراد ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہاں مجاز کے لیے قرینہ عقلیہ قطعیہ موجود ہے کہ یہ

زندہ کے حق میں ہے یعنی جو بندہ لوگوں کے سسکانے زمین پر چلتا ہے اور تواضع کرتا ہے تو اس کا مرتبہ اور درجہ اللہ کے یہاں ساتویں آسمان کے برابر بلند اور اونچا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں رفع جسم مراد نہیں بلکہ رفع درجات مراد ہے۔ غرض یہ کہ رفع کے معنی بلندی رتبہ مجازاً بوجہ قرینہ عقلیہ لیے گئے اور اگر کسی کم عقل کی سمجھ میں یہ قرینہ عقلیہ نہ آئے تو اس کے لیے قرینہ لفظیہ بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ کثر اعمال میں روایت مذکورہ کے بعد ہی علی الاتصال یہ روایت مذکور ہے من یتواضع لله درجۃ یرفعہ الله درجۃ حتی یجعلہ فی علیین یعنی جس درجہ کی تواضع کرے گا اسی کے مناسب اللہ اس کا درجہ بلند فرمائیں گے یہاں تک کہ جب وہ تواضع کے آخری درجہ پر پہنچ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو علیین میں جگہ دیں گے جو علو اور رفعت کا آخری مقام ہے۔ اس حدیث میں صراحتہ لفظ درجہ کا مذکور ہے اور قاعدہ مسلمہ ہے الحدیث یفسر بعضهم بعضاً ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر اور شرح کرتی ہے۔

خلاصہ کلام

یہ کہ رفع کے معنی اٹھانے اور اوپر لے جانے کے ہیں لیکن وہ رفع کبھی اجسام کا ہوتا ہے اور کبھی معانی اور اعراض کا ہوتا ہے اللہ کبھی اقوال اور افعال کا۔ اور کبھی مرتبہ اور درجہ کا۔ جہاں رفع اجسام کا ذکر ہو گا وہاں رفع جسم مراد ہو گا۔ اور مثلاً جہاں رفع اعمال اور رفع درجات کا ذکر ہو گا وہاں رفع معنوی مراد ہو گا۔

رفع کے معنی اٹھانے اور بلند کرنے ہی کے ہیں۔ باقی جیسی شے ہوگی اس کا رفع ہی کے مناسب ہوگا۔

(۴) یہ کہ

اس آیت کا صریح مفہوم اور مدلول یہ ہے کہ جس وقت یہود نے حضرت مسیح کے قتل اور صلب کا ارادہ کیا تو اس وقت قتل اور صلب نہ ہو سکا بلکہ اس وقت حضرت مسیح کا اللہ کی طرف رفع ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ رفع جس کا بل رفع اللہ میں ذکر ہے حضرت عیسیٰ کو پہلے سے حاصل نہ تھا بلکہ یہ رفع اُس وقت ظہور میں آیا کہ جس وقت یہود ان کے قتل کا ارادہ کر رہے تھے اور وہ رفع جو ان کو اس وقت حاصل ہوا وہ یہ تھا کہ اس وقت بحمدہ العنصری صبح و سالم آسمان پر اٹھالیے گئے۔ رفعت شان اور بلندی مرتبہ تو ان کو پہلے ہی سے حاصل تھا اور وَجَّهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنْ الْمُنْقَرِبِينَ کے لقب سے پہلے ہی سکے فراز ہو چکے تھے۔ لہذا اس آیت میں وہی رفع مراد ہو سکتا ہے کہ جو ان کو یہود کے ارادہ قتل کے وقت حاصل ہوا یعنی رفع جسمی۔ اور رفع عزت و منزلت اس سے پہلے ہی ان کو حاصل تھا، اس مقام پر اس کا ذکر بالکل بے محل ہے۔

(۵)

یہ کہ رفع کا لفظ قرآن کریم میں صرف دو پیغمبروں کے لیے آیا ہے۔ ایک عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے اورس علیہ السلام کے لیے۔ لکھا قال تعالیٰ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِذْ رِيسٌ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا وَرَفَعْنَاهُ

مَكَانًا عَلِيًّا۔ اور ادیس علیہ السلام کے رفع جسمانی کا مفصل تذکرہ کتب
تفسیر میں مذکور ہے۔ لہذا تمام انبیاء کرام میں انھیں دو پیمبروں کو رفع کے
ساتھ کیوں خاص کیا گیا؟ رفع درجات میں تمام انبیاء شریک ہیں اسی
رکوع میں اللہ تعالیٰ نے دو سکے انبیاء کے قتل کو اس طرح بیان فرمایا
وَقَتْلِهِمْ إِلَّا نَبِيًّا مَكَانًا مَكَانًا کے ساتھ بَلْ رَفَعَهُمُ اللَّهُ إِلَیْهِمْ فَمَا
کیا معاذ اللہ ان انبیاء کے درجات بلند نہیں کیے گئے اور کیا ان حضرات
کی ارواح طیبہ آسمان پر نہیں اٹھائی گئیں، اور کیا معاذ اللہ یہ سب نبی نسل
کی موت مرے؟

(۶۶ یہ کہ)

وَمَا قَتَلُوهُ، وَمَا صَلَبُوهُ اور وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا اور بَلْ
رَفَعَهُمْ میں تمام ضمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں جن کو
مسیح اور ابن مریم اور رسول اللہ کہا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ اور مسیح اور
اللہ حضرت ادیس علیہ السلام کے رفع الی السماء کا مفصل تذکرہ ذیل کی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں تفسیر
روح المعانی ص ۱۸۷ ج ۵۔ وخصائص کبریٰ ص ۱۶۷ ج ۱۶۸ ص ۱۷۷ ج ۱۔ تفسیر
کبیر ص ۵۴۵ ج ۵ وارشاد الساری ص ۳۷۰ ج ۵ نسخ ابیاری ص ۲۲۵ ج ۱۳ وقرات
ص ۲۲۲ ج ۵ و معالم التنزیل ص ۷ ج ۳ و فی عمدة القاری ص ۳۲۷ ج ۷۔ القول الصبح بانه
رفع و ہوجی و درختور ص ۲۳۶ ج ۴ و فی تفسیر ابن جریر ص ۶۳ ج ۱۶۔ ان اللہ رفعہ و ہوجی الی السماء
الرابعة و فی الفتوحات المکیة ص ۳۴ ج ۳ و الیہ اقیست الجواہر ص ۲۴ ج ۲ فاذا انابا ادیس بحیث فاما
مات الی الآن بل فوہ اللہ مکانا علیا و فی الفتوحات ص ۵ ج ۲۔ ادیس علیہ السلام بقی حیا بحسبہ و اسکنہ
الی السماء الرابعة ۱۲

ابن مریم اور رسول یہ جسم معین اور جسد فاضل کے نام اور لقب ہیں۔ روح کے اسماء اور القاب نہیں۔ اس لیے کہ جب تک روح کا تعلق کسی بدن اور جسم کے ساتھ نہ ہو اس وقت تک وہ روح کسی جسم کے ساتھ موسوم اور کسی لقب کے ساتھ ملقب نہیں ہوتی وَلَإِذَا أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَقَوْلَهُ صَلَّى اللہ علیہ وسلم الاسماء جنود و مجندۃ الحدیث۔

(۷)

یہ کہ یہود کی ذلت و رسوائی اور حسرت اور ناکامی اور عیسیٰ علیہ السلام کی کمال عزت و رفعت بحسدہ العنصری صحیح و سالم آسمان پر اٹھنے جلنے ہی میں زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔

(۸)

یہ کہ رفعت شان اور علو مرتبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں۔ زندہ اہل ایمان اور زندہ اہل علم کو بھی حاصل ہے۔ لَمَّا قَالَ تَعَالَى يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور اہل علم کو باعتبار درجات کے۔

(۹)

یہ کہ اگر آیت میں رفع روحانی بمعنی موت مراد ہو تو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ رفع روحانی بمعنی موت یہود کے قتل اور صلیب سے پہلے واقع ہوا جیسا کہ اَمَّ يَقُولُونَ بِحِجَّتِهِمْ بَلْ جَاءَهُم بِالْحَقِّ وَيَقُولُونَ إِنَّا لَنَرَاهُ كُفْرًا

الْهَيْتَانِ الشَّاعِرَتَيْنِ تَجْنُونِ ه بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ مِنْ أَمْرِ حَضْرَتِ صَلَوَاتِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاحْتِقَاقِ كَرَامَاتِ أَنْ كَسَا شَاعِرًا وَبِجَنُونِ كَسَا سَبِيلَ وَاقِعِ هُوَا
 اسی طرح رفع روحانی بمعنی موت کو ان کے قتل اور صلب سے مقدم ماننا
 پڑے گا۔ حالانکہ مرزا صاحب اس کے قائل نہیں۔ مرزا صاحب تو (العیاذ
 باللہ) یہ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام یہود کے خلاص ہو کر فلسطین سے
 کشمیر پہنچے اور عرصہ دراز تک بقید حیات رہے اور اسی عرصہ میں اپنے
 زخموں کا علاج کرایا اور پھر طویل مدت کے بعد یعنی ششماسی سال زندہ رہ کر
 وفات پائی اور سری نگر کے محلہ خان یار میں مدفون ہوئے اور وہیں اسپہا کا
 مزار ہے۔ لہذا مرزا صاحب کے زعم کے مطابق عبارت اس طرح ہونی چاہیے
 تَقَى وَمَا قَتَلُوهُ بِالصَّلِيبِ بَلْ تَخْلَصَ مِنْهُمْ وَذَهَبَ إِلَى كَشْمِيرٍ
 وَاقَامَ فِيهِمْ مَرَّةً طَوِيلَةً ثُمَّ أَمَاتَهُ اللَّهُ وَرَفَعَ إِلَيْهِ۔

(۱۰)

یہ کہ رفع روحانی بمعنی موت لینے سے وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا کے
 ساتھ مناسبت نہیں رہتی۔ اس لیے کہ عزیز اور حکیم اور اس قسم کی ترکیب
 اس موقع پر استعمال کی جاتی ہے کہ جہاں کوئی عجیب و غریب اور خارق العادہ
 امر پیش آیا ہو۔ اور وہ عجیب و غریب امر جو اس مقام پر پیش آیا وہ رفع
 جسمانی ہے۔ اس مقام پر عزیز احکما کو خاص طور پر اس لیے ذکر فرمایا کہ کوئی
 شخص یہ خیال نہ کرے کہ جسم عنصری کا آسمان پر جانا محال ہے۔ وہ عزت
 والا اور غلبہ والا اور قدرت والا ہے اور نہ یہ خیال کرے کہ جسم عنصری کا

آسمان پر اٹھایا جانا خلاف حکمت اور خلاف مصلحت ہے۔ وہ حکیم ہے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ دشمنوں نے جب حضرت مسیح پر هجوم کیا تو اس نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھلا دیا کہ اپنے نبی کو آسمان پر اٹھالیا اور جو دشمن قتل کے ارادہ سے آئے تھے انہی میں سے ایک کو اپنے نبی کا ہم شکل اور شبیہ بنا کر انھیں کے ہاتھ سے اس کو قتل کرا دیا اور پھر اس شبیہ کے قتل کے بعد ان سب کو شبہ اور اشتباہ میں ڈال دیا۔ مرزا صاحب ازالۃ الالفاظ میں فرماتے ہیں :-

”جاننا چاہیے کہ اس رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا“ پھر تحریر فرماتے ہیں :-

کہ لہذا یہ امر ثابت ہے کہ رفع سے مراد اس جگہ موت ہے۔ مگر ایسی موت جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ مقربین کے لیے ہوتی ہے کہ بعد موت کے اُن کی رو میں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ انتہی

رفع کے معنی عزت کی موت نہ کسی لغت سے ثابت ہیں اور نہ کسی محاورہ سے اور نہ کسی فن کی اصطلاح ہے محض مرزا صاحب کی اختراع اور گھڑت ہے۔ البتہ رفع کا لفظ محض اعزاز کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے مگر اعزاز رفع جسمانی کے منافی نہیں اعزاز اور رفع جسمانی دونوں جمع ہو سکتے ہیں نیز اگر رفع سے عزت کی موت مراد ہو تو نزول سے ذلت کی پیدائش مراد

ہونی چاہیے اس لیے کہ حدیث میں نزول کو رفع کا مقابل قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ نزول کے یہ معنی مرزا صاحب کے ہی مناسب ہیں۔

رہا یہ امر کہ آیت میں آسمان میں جانے کی کوئی تصریح نہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَیْہِ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی نے عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھالیا اس کلام کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے آسمان پر اٹھالیا جیسا کہ تَحْرِجُ الْمَلَائِکَۃُ وَالرُّوْحِ اِلَیْہِ کے معنی یہ ہیں کہ فرشتے اور روح الامین اللہ کی طرف چڑھتے ہیں یعنی آسمان پر۔ وَقَالَ تَعَالٰی اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیْبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُ اللّٰہُ اَشْرٰی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ عمل صالح کو اوپر اٹھاتا ہے۔ یعنی آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ اسی طرح بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِ میں آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہوگا۔ اور جس کو خدا نے تعالیٰ نے ذرا بھی عقل دی ہے وہ سمجھ سکتا ہے بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِ کے یہ معنی کہ خدا نے انکو عزت کی موتوی، یہ معنی جس طرح لغت کے خلاف ہیں اسی طرح سیاق و سباق کے بھی خلاف ہیں۔

دویم یہ کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے باسناد صحیح یہ منقول ہے لما اسرأ اللہ ان یرفع عیسیٰ الی السماء تفسیر ابن کثیر ص ۳ ج ۳ (جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھانے کا ارادہ فرمایا۔ الی آخر القصہ) اس کے علاوہ متعدد احادیث میں آسمان پر جانے کی تصریح موجود ہے وہ احادیث عن قریب ہم نقل کریں گے۔

سوم یہ کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ رفع سے ایسی موت مراد ہے جو عزت کے ساتھ ہو جیسے مقربین کی موت ہوتی ہے کہ ان کی روہیں مرنے کے بعد علیین تک پہنچانی جاتی ہیں۔ اس عبارت سے خود واضح ہے کہ بل رَفَعَهُ اللّٰهُ سے آسمان پر جانا مراد ہے۔ اس لیے کہ "علیین" اور "مقعد صدق" تو آسمان ہی میں ہیں۔ بہر حال آسمان پر جانا تو مرزا صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ آسمان پر حضرت مسیح بن مریم کی فقط روح گئی یا روح اور جسد دونوں گئے؟ سو یہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ آیت میں جسدہ العنصری رفع مراد ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حیاتِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

دوسری دلیل

قال اللہ عز وجل

وَلَنَمُنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَمُؤْمِنِينَ بِهِ قَبْلَ
مَوْتِهِمْ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ حَشَرًا

ربط، یہ آیت گزشتہ آیت ہی کے سلسلہ کی ہے گزشتہ آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کا ذکر تھا، جس سے طبعاً یہ سوال

پیدا ہوتا تھا کہ اب رفع الی السماء کے بعد کیا ہوگا؟ اس آیت میں اس کا جواب مذکور ہے کہ وہ اس وقت تو آسمان پر زندہ ہیں۔ مگر قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور اس وقت تمام اہل کتاب ان کی موت کی پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے اور چند روز دنیا میں رہ کر انتقاں فرمائیں گے۔ اور روضہ اقدس میں مدفون ہوں گے جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے اور یہود بے بہود جو ان کے قتل کے مدعی ہیں ان کو اپنی آنکھوں سے زندہ دیکھ کر اپنی غلطی پر ذلیل اور نادیم ہوں گے۔

بیان ربط بعنوان دیگر

گذشتہ آیات میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ یہود کے کفر اور عداوت کا ذکر تھا۔ اس آیت میں ان کے ایمان کا ذکر ہے کہ رفع الی السماء سے پہلے اگرچہ یہود حضرت مسیح کی نبوت سے منکر تھے، مگر نزول من السماء کے بعد تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے اور ان کی نبوت کی تصدیق کریں گے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آئندہ زمانے میں کوئی شخص اہل کتاب میں سے باقی نہ رہے گا مگر عیسیٰ کے مرنے سے پہلے ان کی نبوت و رسالت پر ضرور بالضرور ایمان لے آئے گا۔ رفع الی السماء سے پہلے تکذیب اور عداوت تھی

لے لَیْؤْمِیْنَ یہاں میں دو حروف تاکید ہیں۔ ایک لام تاکید اور دوسرا نون تاکید مشقلہ۔ ایک ضرور لام تاکید کا ترجمہ ہے اور دوسرا ضرور نون تاکید کا ترجمہ ہے۔ فافہم

ذکر دستم

نزدول کے بعد تصدیق اور محبت ہوگی۔ اور پھر اس سب کے بعد قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان کی تصدیق و تکذیب اور محبت اور عداوت کی شہادت دیں گے تاکہ شہادت کے بعد فیصلہ سنا دیا جائے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے۔ اور ان کی وفات سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے اس کے بعد ان کی وفات ہوگی۔

شفیر آیت

اس آیت کی تفسیر میں صحابہ و تابعین و علماء مفسرین کے دو قول ہیں۔
قول اول۔ مشہور اور جمہور کے نزدیک مقبول اور راجح یہ ہے کہ لَتُؤْمِنُوا کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے اور یہ اور قبل مکتبہ کی دونوں تفسیریں عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ نہیں رہے گا کوئی شخص اہل کتاب میں مگر البتہ ضرور ایمان لے آئے گا زمانہ آئندہ یعنی زمانہ نزول میں عیسیٰ علیہ السلام پر عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی

قدس سرہ اس آیت کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں:-

”نباشد هیچ کس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آرد بعیسیٰ پیش از مردن و

روز قیامت عیسیٰ گواہ باشد بر ایشان“

(ف) مترجم می گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزد عیسیٰ را البتہ ایمان آرد۔

شاہ ولی اللہ کے اس ترجمہ اور فائدہ تفسیر یہ سے صاف ظاہر ہے کہ
 بیہ اور موتیہ کی دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع
 ہیں جیسا کہ آیت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ وَمَا
 قَتَلُوهُ اَوْ رَمَوْهُ اَوْ مَاتَ كَوْفًا يَفْقِينَا اَوْ رِبَلًا تَرَفَعَهُ ثَمَام
 ضامتر مفعول حضرت مسیح بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف راجع ہیں اور
 پھر آئندہ آیت وَلَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِ حَرْثًا شَهِيدًا میں يَكُونُ
 کی ضمیریں بھی حضرت مسیح ہی کی طرف راجع ہوں گی تاکہ سیاق اور سباق کے
 خلاف نہ ہو۔

اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی باسناد صحیح ہی منقول
 ہے کہ بیہ اور موتیہ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف
 راجع ہیں۔ چنانچہ حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں
 فرماتے ہیں:-

اسی کا ابن عباس نے جزم اور یقین کیا،
 جیسا کہ ابن جریر نے بروایت سعید بن
 جیر ابن عباس سے باسناد صحیح روایت
 کیا ہے اور بطریق ابی رجا حسن بصری سے
 اس آیت کی تفسیر قبل موت عیسیٰ کے
 منقول ہے حسن بصری فرماتے ہیں واللہ
 حضرت عیسیٰ اس آن میں بھی زندہ ہیں۔

وہذا اجزم ابن عباس فیما
 رواہ ابن جریر من طریق
 سعید بن جبیر عنہ باسناد
 صحیح ومن طریق ابی رجا
 عن الحسن قال قبل موت
 عیسیٰ واللہ انہ الآن لہی و
 لکن اذا نزل امنوا بہ اجمعون

ونقلہ اکثر اہل العلم

راجہ ابن جریر وغیرہ

فتح الباری ج ۶

جب نازل ہوں گے اس وقت ان پر

سب ایمان لے آئیں گے اور یہی اکثر اہل

علم سے منقول ہے اور اسی کو ابن جریر وغیرہ

نے راجع قرار دیا ہے۔

اور قتادہ اور ابوالکاس سے بھی یہی منقول ہے کہ قبیل موتہ کی ضمیر حضرت

عیسیٰ کی طرف راجع ہے۔ (تفسیر ابن جریر ص ۱۶)

اور حضرت ابو ہریرہ کی ایک روایت میں ہے جس کو امام بخاری اور امام

مسلم نے روایت کیا ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اور موتہ کی ضمیریں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں۔

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس

ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے

بے شک عن قریب تم میں عیسیٰ بن مریم

نازل ہوں گے دریاں علے کہ وہ فیصلہ

کرنے والے اور انصاف کرنے والے ہوں گے

صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں

گے۔ اور لڑائی کو ختم کر دیں گے، مال کو ہرا

دیں گے یہاں تک کہ مال کو قبول کرنے

والا کوئی نہ ملے گا۔ اور ایک سجدہ دنیا اور

عن ابی ہریرۃ قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم والذی نفسی بیدہ

لیوشکن ان ینزل فیکم

ابن مریم حکما عدلا فیکسر

الصلیب ویقتل الخنزیر

ویضع الحرب ویفیض المال

حتی لا یقبلہ احد حتی

تکون السجدة الواحدة

خیرا من الدنیا وما فیہا

شور یقول ابو ہریرۃ
واقراؤ ان شئتم و ان
من اهل الکتاب الا
لیوم من بہ قبل
موتہ و یوم القیمۃ یكون
علیہم شہیداً ۱۰

اور مافیہا سے بہتر ہو گا۔ پھر ابو ہریرہ یہ
فرماتے ہیں کہ اگرچہ ہو تو اس حدیث کی
تصدیق کے لیے یہ آیت پڑھو و ان
من اهل الکتاب الا لیوم من
بہ قبل موتہ و یوم القیمۃ
یکون علیہم شہیداً ۱۰

حافظ عسقلانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :-

وهذا مصیر من الی ہریرۃ
رضی اللہ عنہ الی ان الضمیر
فی قولہ رب و موت یعود
علی عیسیٰ علیہ السلام
ای الا لیوم من بعیسی قبل
موت عیسیٰ

یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اس طرح
آیت کا پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ تہ اور
موتہ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کی طرف راجع ہیں یعنی ہر شخص زمانہ آئندہ پر
حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے حضرت
عیسیٰ پر ضرور ایمان لے آئے گا۔

فتح الباری ص ۳۵۷

ایک وہم کا ازالہ

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اقراؤ ان شئتم الی آخرہ یہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ
والسلاۃ کا ارشاد نہیں بلکہ ابو ہریرہ کا استنباط ہے جو حجت نہیں۔ خلاصہ
یہ کہ حدیث مرفوعہ نہیں بلکہ صحابی کا اثر ہے۔

جواب

یہ ہے کہ حدیث کتاب اللہ کی شرح ہے۔ قرآن کریم میں جو چیز اجماعاً مذکور ہے حدیث اس کی تفصیل ہے۔ اس لیے فقہاء صحابہ اس تتبع اور تلاش میں رہتے تھے کہ احادیث نبویہ اور کلمات طیبہ کے منشا اور ماخذ کا پتہ کتاب اللہ سے چلائیں اور ارشادات نبویہ کا کلمات الہیہ سے استنباط کریں۔ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ میں تطبیق اور توفیق دینا اور حدیث کی تصدیق اور مزید توثیق کے لیے کتاب اللہ کی کسی آیت سے استشہاد کرنا یہ شخص کا کام نہیں جس کو خدا نے تعالیٰ نے تفقہ اور استنباط کی نعمت اور دولت سے سرفراز فرمایا ہو وہی کر سکتا ہے۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ اکثر حدیث کی روایت کر کے استشہاد کوئی آیت تلاوت فرمایا کرتے ہیں اور وہ اکثر اپنی رائے سے نہیں ہوتی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے منقول ہوتی ہے لیکن بعض مرتبہ اس کی تصریح فرمادیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور بعض مرتبہ اختصار فقط آیت کی تلاوت پر ہی اکتفا فرماتے ہیں۔ لیکن تتبع اصحان فقہاء جب کیا جاتا ہے تو دوسری سند سے اس کے مرفوع ہونے کی تصریح مل جاتی ہے۔ چنانچہ یہ آیت بھی اسی قبیل سے ہے اور اس کی چند نظائر بدیہ ناظر کی جاتی ہیں۔

نظیر اول

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ جماعت کی نماز تنہا نماز سے بچیں درجہ بڑھ کر ہے اور صبح کی جماعت میں دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ پھر ابو ہریرہؓ نے کہا کہ اگر قرآن سے اس کی تصدیق و تائید چاہو تو یہ آیت پڑھ لو:-
 اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ
 مَشْهُودًا ۝

بخاری شریف
 و مسند احمد

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تفضل صلوۃ الجمیع صلوۃ احدکم و احدہ بخمس عشرین جزاً و تجتمع ملائکۃ اللیل والنہار فی صلوۃ الفجر ثم یقول ابو ہریرۃ اقرأوا ان شئتم ان قرآن الفجر کان مشہوداً ۝ اخرجہ البخاری و احمد بن حنبل فی مسندہ

ملک ۲۳۶ و ۲۳۷ ج ۲

نظیر دوم

ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین وہ نہیں کہ جس کو ایک دو لقمہ دے کر واپس

عن ابی ہریرۃ یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس المسکین الذی الخ

وَأَقْرَأُوا ان شئتم يعني قوله
تعالى لَا يَسْئَلُونَ النَّاسَ
لِلْعَافَاءِ - أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ
وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فِي مُسْنَدِهِ

مُسْنَدُ ج ۲

بُخَارِيُّ وَمُسْنَدُ أَحْمَدَ

نظم سوم

عن أبي هريرة قال قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم
ما من مولود إلا يولد على
الفطرة فإبراهيم يهودا
أو نصرانياً أو مجسماً ثم ما تنفتح
البعية البهية بجماعة هل تحسرون
فيها من جدعاء ثم يقول فطرة
الله التي فطر الناس عليها لا تبديل
لخلق الله ذلك الدين القيم
أه - أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ

نظم چهارم

عن أبي هريرة أن النبي صلى الله

أبو هريرة رضى الله تعالى عنه
فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر بچہ فطرت
اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ بعد میں
اس کے ماں باپ یہودی یا نصرانی
یا مجوسی بنالیتے ہیں۔ اور اگر چاہو
تو یہ آیت پڑھ لو:-

فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا
الْآيَةُ

بُخَارِيُّ شَرِيف ۵۴۰

ابو هريرة سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم قال خلق الله
 المخلوق فلما فرغ منه قامت الرحم
 فاخذت بحقوق الرحمن
 فقال لها من قالت هذا
 مقام العائذ بك من القطيعة
 قال الا ترضين ان احصل
 من وصلك واقطع عن
 قطعك قالت بلى يا رب
 قال فهو لك قال رسول
 الله صلى الله عليه وسلم
 فاقرا وان شئتم فهل عسيتم
 ان توليتم ان تفسدوا
 في الارض وتقطعوا ارحامكم
 اخرج البخاري مش ۵۵ وفي
 رواية قال ابو هريرة اقرأوا
 ان شئتم مكان رسول الله
 صلى الله عليه وسلم
 اخرج البخاري مش ۵۶

علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق
 کو پیدا فرمایا۔ جب فارغ ہوئے تو مثالی
 طور پر قرابتوں نے دست بستہ عرض
 کیا کہ ہم قرابت قطع کرنے والوں سے
 پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ
 کیا تم اس پر راضی نہیں کہ جو تم کو وصل
 کرے اس کو میں اپنے سے ملاؤں۔ اور
 جو تم کو قطع کرے اس سے میں بھی قطع قطع
 کروں؟ قرابتوں نے عرض کیا کیوں
 نہیں اے پروردگار۔ اللہ تعالیٰ نے
 فرمایا پس تمہارے لیے یہ فیصلہ
 ہو چکا۔ اور اس کے بعد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر
 چاہو تو یہ آیت پڑھ لو فہل
 عسیتم ان تولیتم
 ان تفسدوا فی الارض
 وتقطعوا ارحامکم
 بخاری شریف۔ ص ۱۶

نظیر

عن ابی ہریرۃ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال اللہ تبارک
وتعالیٰ اعددت لعبادی
الصلحین ما لا عین رأت
ولا اذن سمعت ولا خطر
على قلب بشر واقراؤا ان
شئتم فلا تعلم نفس ما
اخفی لہم من قرۃ اعین
۱۵۔ اخرجه البخاری من ۲۶

واحمد بن حنبل

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک
وتعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک
بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں
کہ چونہ آنکھوں نے دیکھیں اور نہ کانوں
نے سُنیں اور نہ کسی دل میں ان کا خطرہ
گذرا۔ اور اگرچہ یہ آیت پڑھ لو۔
فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمُ
مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ

بخاری شریف

مسند احمد

نظیر

عن ابی ہریرۃ يبلغ به النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قال
ان فی الجنة شجرة یسیر
الراکب فی ظلها مائة عام

ابو ہریرہ کا روایت ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں
ایک درخت ہے جس کے سایہ
میں سوار سو برس بھی چلے تو قطع نہیں

کر سکے گا۔ اور اگر چاہو تو یہ آیت
پڑھ لو وَظِلِّ تَمْدُودِ
بخاری شریف

مسند احمد

لا یقطعہا و اقرا و ان شتم
وظل ممدود۔ اخرجہ
البخاری مؤلفہ و احمد بن حنبل
فی مسندہ ۲۸۲ ج ۲

نظیر ہفتم

ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مومن کے ساتھ
میں اس کی جان سے زیادہ اس کے
ساتھ دنیا اور آخرت میں قریب
ہوں۔ اور اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو
الَّتَبَّیْ اَوَّلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ
مِنْ اَنْفُسِہُمْ

بخاری شریف

مسند احمد

عن ابی ہریرۃ ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قال
ما من مومن الا وانا ولی
بہ فی الدنیا والاخرۃ و اقرا
ان شتم النبی ولی با
لمؤمنین من انفسہم آہ
اخرجہ البخاری مؤلفہ و
احمد بن حنبل فی مسندہ

۳۳۲ و ۳۳۳ ج ۲

نظیر ہشتم

ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عن ابی ہریرۃ قال سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

يقول لا تقوم الساعة حتى
تطلع الشمس من مغربها
فاذا طلعت وراها الناس
امن من عليها فذلك
حين لا ينفع نفسا ايمانها لم
تكن امنت من قبل او كسبت
في ايمانها خيرا آه
اخرجه الامام الاحمد في مسنده

۲۳۱/۲ ج ۲ و ۳۱۳/۲ ج ۲ و ۳۹۸/۲ ج ۲ و ۵۳۰/۲ ج ۲

نظم

عن ابی ہریرۃ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ما من مولود الا شتمہ
الشیطان الا ابن ہریرہ
امہ ثم قال ابو ہریرۃ
اقرأوا ان شتمانی عینہا
بلک وذریتہا من الشیطن
الرجیمہ آہ مسند احمد ۲ ج ۲

کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی
کہ جب تک آفتاب مغرب سے طلوع
نہ کرے اور جب آفتاب مغرب سے
طلوع ہوگا اور لوگ اس کو دیکھیں گے
تو اس وقت سب ایمان لے آئیں
گے۔ مگر اس وقت یہ ایمان نفع نہیں
دے گا اور اگرچہ توبہ آیت پڑھ لو کہ
يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا۔

مسند احمد

ابو ہریرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ کو شیطان ثلاث کے وقت کوچہ دیتا ہے مگر عینے علیہ السلام اور ان کی والدہ کہ وہ اس سے محفوظ رہے۔ پھر ابو ہریرہ نے کہا اگرچہ توبہ آیت پڑھ لو۔
اِنِّیْ اُعِیْنُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتُہَا
مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

نظم

ابو ہریرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم سے گدھوں کے بارے میں
 دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا
 کہ اس بارے میں مجھ پر کوئی خاص حکم
 نازل نہیں ہوا۔ مگر یہ آیت جامعہ
 فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
 خَيْرًا يَرَهُ ۝

بخاری و مسلم
 و مسند احمد

عن ابی ہریرۃ فی حدیث
 طویل عن النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم انه سئل عن
 الحمر الاہلیۃ فقال ما
 انزل اللہ علی فیہا الا ہذہ
 الایۃ للجامعۃ فمن یعمل
 مثقال ذرۃ خیرا یرہ ۝ و
 من یعمل مثقال ذرۃ شرا
 یرہ ۝ بخاری و مسند احمد

مسند امام احمد ۲ ج ۲۶۲

حضرات اہل انصاف کو ان نظائر سے غائبانہ اچھی طرح منکشف ہو گیا
 ہوگا کہ حضرت ابو ہریرہ جب کسی حدیث کے بعد کوئی آیت استشہاداً
 ذکر فرماتے ہیں تو وہ مرفوع بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس حدیث کے بھی بعض رواۃ
 کو اس کے مرفوع ہونے کا گمان ہے جیسا کہ مسند امام احمد بن حنبل کی اس روایت
 سے معلوم ہوتا ہے :-

حدثنا عبد اللہ قال حدثنی یزید انا سفیان عن
 الزہری عن حنظلۃ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم یُنزل عیسیٰ بن مریم فیکتُل
 للخنزیر ویمحو الصلیب الی ان قال ثم قتل ابوہریرۃ
 وان من اهل الکتاب الا لیومنن بقبل موتہ
 ویوم القیمۃ یكون علیہم شہداء ہ فرغم حظلة ان
 اباہریرۃ قال یومن بقبل موت عیسیٰ فلا ادعی
 هذا کلام حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادشی قالہ
 ابوہریرۃ انتہی ج مسند منہ ۲۹ ج ۲ واخرجه ابن کثیر
 ص ۲۲۵ ج ۲

یعنی حظلہ کہتے ہیں کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ یہ روایت از اول تا آخر سب
 حدیث مرفوع ہے یا آخری حصہ ابوہریرہ کا قول ہے۔ واللہ اعلم۔
 اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ
 تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی کل روایتیں مرفوع ہیں گو بظاہر
 وہ موقوف ہوں۔

عن محمد بن سیرین انہ کان اذا حدث عن ابی ہریرۃ
 فقیل لہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کل
 حدیث ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی۔
 شرح معانی الآثار ص ۱۱۱ ج ۱ باب سورۃ الہرۃ
 اور شیخ جلال الدین سیوطی نے تفسیر و مشکوٰۃ کے ص ۲۴۲ پر اس روایت کو مرفوعاً
 نقل فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے :-

اخرجہ ابن مردویہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم یوشک ان ینزل فیکم ابن مر یوعد لا
 یقتل الدجال ویقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویضع
 الخزیۃ ویفیض المال حتی یکون السجدة واحدة للہ
 رب العلمین واقراء وان شئتم وان من اهل
 الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ موت عیسی
 بن مریم ثم یعیدہا ابو ہریرۃ ثلاث مرارۃ۔ انتہی۔

اور تثنیٰ عید ہا کا لفظ نہایت صاف طور سے اس کو ظاہر کر رہا ہے
 کہ اس سے ما قبل کا سب حصہ مرفوع ہے اور رسول اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
 ہے اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ ابو ہریرہ ہی کا قول ہے تب بھی
 حجت ہے۔ ایک صحابی کا صحابہ کرام کے مجمع میں کسی بات کو علی الاعلان کہنا
 اور صحابہ کرام کا اس پر سکوت فرمانا یہ اجماع سکوتی کہلاتا ہے۔ اور صحابہ کرام
 کا اجماع بہ اتفاق علمائے امت حجت قاطعہ ہے اور خصوصاً وہ بات کہ جو
 بار بار اور مختلف مجامع میں کہی گئی ہو اور صحابہ نے اس پر کوئی اعتراض نہ فرمایا
 ہو اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ یہ امر صحابہ کے نزدیک بالکل مسلم ہے اگر قابل
 انکار ہوتا تو ضرور صحابہ اس پر انکار فرماتے۔ صحابہ کرام سے یہ ناممکن ہے کہ ان کے
 سامنے کوئی قول منکر کہا جائے اور وہ اس پر انکار نہ فرمائیں۔ اسی طرح حضرت
 ابو ہریرہ کا قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع کرنا اور
 صحابہ کرام سے مجامع اور مجالس میں اس کو بار بار بیان فرمانا اور کسی صحابی کا اس پر

انکار نہ کرنا اس امر کی قطعی اور صریح دلیل ہے کہ یہ امر تمام صحابہ کے نزدیک مسلم تھا۔
حافظ عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں:-

وقد اختار كون الضمير لعيسى
ابن جرير وبه قال جماعة من
السلف وهو الظاهر لانه
تقدم ذكر عيسى وذهب
كثير من التابعين فمن
بعد هو الى ان المراد
قبل موت عيسى كما
سأوى عن ابن عباس
قبل هذا۔

فتح الباری

دونوں ضمیروں کا یعنی بہ اور موتی کی
ضمیروں کا حضرت عیسیٰ کی طرف راجع
ہونا اس کو امام ابن جریر اور سلف کی
ایک جماعت نے راجع قرار دیا ہے اور
قرآن کریم کا سیاق بھی اس کو مقتضی
ہے۔ کیونکہ گذشتہ کلام میں حضرت
عیسیٰ ہی کا ذکر ہے اور تابعین اور تبع
تابعین کثرت سے اسی طرف ہیں کہ آیت
کی مراد یہ ہے کہ قبل موت عیسیٰ یعنی
عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے جیسا
کہ ابن عباس سے مروی ہے۔

قول ثانی

آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ کی ضمیر تو عیسیٰ علیہ السلام
کی طرف راجع ہے اور قبل موت کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے اور
آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر کتابی اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ کی
نبوت و رسالت اور ان کی عبودیت پر ایمان لے آتا ہے جیسا کہ ابی بن کعب

رضی اللہ عنہ کی قرات وَاِنْ مِّنْ اَهْلٍ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِہِ
 قَبْلَ مَوْتِہٖؕ اسی معنی کی صریح مرید ہے یعنی نہیں ہے کوئی اہل کتاب
 میں سے مگر وہ ضرور ایمان لے آئیں گے اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ کی نبوت
 و رسالت پر۔ یعنی اس بات پر کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول تھے۔ خدا
 اور خدا کے بیٹے نہیں تھے۔ مگر یہ ایمان چونکہ خروج روح کے وقت ہوتا ہے۔
 اس لیے مشرعاً معتبر نہیں اور نہ آخرت میں نجات کے لیے کافی ہے۔ اس
 قرات میں بجائے قَبْلَ مَوْتِہٖ کے قَبْلَ مَوْتِہٖ بِصِغۃِ جمع آیا ہو
 جو صراحتاً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قَبْلَ مَوْتِہٖ کی ضمیر اہل کتاب
 کی طرف راجع ہے۔ لہذا اسی طرح دوسری قرات میں بھی قَبْلَ مَوْتِہٖ کی ضمیر
 کتابی کی طرف راجع ہونی چاہیے تاکہ دونوں قرات میں متفق ہو جائیں۔ حافظ عسقلانی
 فتح الباری ص ۳۵۳ میں فرماتے ہیں:-

علماء کی ایک جماعت نے ابی بن کعب
 کی قرات کی بنا پر اس قول کو راجع قرار
 دیا ہے کہ موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع
 ہے اور اس قول کی بنا پر آیت کے یہ
 معنی ہوں گے کہ ہر کتابی اپنی روح نکلنے
 سے پہلے اس بات پر ایمان لے آتا ہے
 کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور
 رسول تھے۔ مگر ایسی حالت میں ایمان

وسمجمع جماعة هذا المذهب
 بقراءة ابی بن کعب اِلَّا
 لَيُؤْمِنَنَّ بِالْضَمِّ بِہِ قَبْلَ
 مَوْتِہٖؕ ای اہل الکتاب
 قال النووی معنی الکریۃ
 علی هذا الیس من اہل
 الکتاب اذ یحضرون الموت
 اِلَّا آمَن عند المعاينة قبل

خروج روح بعيسى عليه
السلام والله عبد الله و
لكن لا ينفع هذا الايمان
في تلك الحالة كما قال الله
عز وجل وليست التوبة
للذين يعملون السيئات حتى
اذا حضر احدهم الموت
قال انا تبت الآن
فتح الباری ۳۵۴

اس کو نفع اور مفید نہیں ہوتا جیسا کہ
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَيْسَتِ
التَّوْبَةُ الْخَيْرُ یعنی جب موت
آجائے تو اس وقت توبہ مقبول
نہیں۔

فتح الباری

ترجیح اربع و صحیح آص

جمہور سلف اور خلف کے نزدیک آیت کی تفسیر میں راجح اور مختار
قول اول ہے اور دوسرا قول ضعیف ہے۔ اس لیے کہ اس قول کا دار
مدار ابی بن کعب کی قراءت پر ہے اور یہ قراءت شاذ ہے کسی صحیح یا حسن
سند سے بھی ثابت نہیں۔ سند کے راوی ضعیف اور مجروح ہیں۔ تفسیر
ابن جریر میں اس قراءت کی اسانید مذکور ہیں اور علیٰ ہذا اس باب میں
جس قدر روایتیں ابن عباس سے مروی ہیں وہ بھی ضعیف ہیں امام حلیل
و کبیر حافظ عماد الدین بن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

واولیٰ هذه الاقوال با
 لصحة القول الاول وهو
 انه لا يبقى احد من
 اهل الكتاب بعد
 نزول عيسى عليه السلام
 الا امن به قبل موته
 اى قبل موت عيسى
 عليه السلام ولا شك
 ان هذا الذى قاله
 ابن جرير هو صحيح
 لانه مقصود من سياق
 الآى وهذا القول هو
 الحق كما سنبينه با
 دلائل القاطع ان شاء
 الله تعالى وبه الثقة
 وعليه التكلان آه
 تفسير ابن كثير

مسند ج ۳

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ صحیح قول فقط
 یہی ہے کہ دونوں ضمیموں عیسیٰ علیہ السلام
 کی طرف راجع ہیں اور آیت کی تفسیر
 اس طرح کی جائے کہ آئندہ ایک زمانہ
 آنے والا ہے کہ جس میں تمام اہل کتاب
 عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ایمان
 لے آئیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام بے شک
 رسول ہیں اور یہی ابن جریر طبری رحمۃ
 اللہ علیہ نے اختیار فرمایا ہے اور اس میں
 کوئی شک نہیں کہ یہی صحیح اور درست
 ہے کیونکہ سیاق آیت سے عیسیٰ علیہ
 السلام ہی کا ذکر مقصود ہے اور یہی
 قول حق ہے جیسا کہ ہم اس کو دلیل
 قطعی سے ثابت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ
 ہی پر اعتماد ہے اور اسی پر بھروسہ
 ہے۔

تفسیر ابن کثیر

اور دلیل قطعی سے وہ احادیث متواترہ مراد ہیں کہ جن میں صراحت یہ مروی

سے کہ قیامت کے قریب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اس وقت کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے گا کہ جو عیسیٰ علیہ السلام پر عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے ایمان نہ لے آئے۔

تطبیق و توفیق

جاننا چاہیے کہ دو قراءتیں دو مستقل آیتوں کا حکم رکھتی ہیں۔ ابی بن کعب کی قراءت سے ہر کتابی کا اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ کی نبوت پر ایمان لانا معلوم ہوتا ہے۔ اور قراءت متواترہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ آئندہ میں تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ضرور ایمان لے آئیں گے۔ ان دونوں قراءتوں میں کوئی تعارض نہیں دونوں حق ہیں۔ ہر ایک قراءت بمنزکہ مستقل آیت کے ہے جو حجت ہے۔ ہر کتابی اپنے مرنے کے وقت بھی حضرت مسیح کی نبوت پر ایمان لاتا ہے اور جب قیامت کے قریب حضرت مسیح آسمان سے نازل ہوں گے اُس وقت بھی ہر کتابی حضرت مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام پر ضرور ایمان لے آئے گا۔ قراءت متواترہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور رول کا ذکر ہے اور اہل کتاب کے اس ایمان کا ذکر ہے جو نزول کے بعد لائیں گے۔

اور ابی بن کعب کی قراءت مشاذہ میں حضرت مسیح کی حیات اور نزول کا ذکر نہیں۔ نہ حیات کا ذکر ہے نہ وفات کا۔ فقط اہل کتاب کے اس ایمان کا

ذکر ہے کہ جواہل کتاب اپنی روح نکلتے وقت لاتے ہیں۔ غرض یہ کہ ہر قرأت میں ایک جدا واقعہ کا ذکر ہے جیسا کہ **الْحَرُّ غُلِبَتِ السُّرُورُ** میں دو قراتیں ہیں۔ ایک معروف اور ایک مجہول۔ اور ہر قرات میں علیحدہ علیحدہ واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات صحابہ اور تابعین سے یہ قرات مشاذہ منقول ہے وہ سب کے سب بالاتفاق حضرت مسیح علیہ السلام کے بحسدہ النصری آسمان پر اٹھاتے جانے اور قیامت کے قریب آسمان سے اترنے کے بھی قائل ہیں۔ چنانچہ تفسیر و منشور میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور محمد بن الحنفیہ سے مروی ہے کہ جو لوگ حضرت مسیح کے نزول سے پہلے مریں گے وہ اپنی موت کے وقت حضرت مسیح پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جواہل کتاب حضرت مسیح کے زمانہ نزول کو پائیں گے وہ تمام حضرت مسیح پر حضرت مسیح کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔ لہذا ابی بن کعبؓ کی قرات نزول عیسیٰ سے پہلے مرنے والوں کے حق میں ہے اور قرات متواترہ ان لوگوں کے حق میں ہے کہ جو نزول کے بعد حضرت مسیح کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔

پھر یہ کہ اہل کتاب جو اپنے مرنے سے پہلے ایمان لاتے ہیں وہ بھی یہی ایمان

لے وہ روایت یہ ہے۔ ۱۔ **اخرج ابن المنذر عن شمر بن حوشب قال قال لي الجاج يا شمر آية من كتاب الله ما قرأته الا اعترضني نفسي منها شيء قال الله وان من اهل الكتاب الا يؤمنن به قبل موته۔ والى ادنى بالاستسارى قاضرب اعناقهم ولا اجمعهم يقولون شيئا فقلت رفعت اليك على فيروجهما ان النصراني اذا ضربت روعه ضربته الملائكة من قبله ومن دبره (بقية برقعہ)**

لاتے ہیں کہ عیسیٰ ابھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ صحیح و سالم آسمان پر اٹھائیے گئے
جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

اخبرہ عبد بن حمید وابن المنذر عن شہر بن حوشب فی قولہ
تعالیٰ وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موته
عن محمد بن علی بن ابی طالب وهو ابن الحنفیۃ قال قال
یس من اهل الکتاب احدا الا انتہ الملائکۃ یضربون
رجلہ ودبرہ ثم یقال یا علماؤ اللہ ان عیسیٰ روح اللہ وکلمتہ
کذبت علی اللہ وزعمت انه اللہ ان عیسیٰ لحرمت وانہ
سافر الی السماء وهو نازل قبل ان تقوم الساعة فلا یبقی

یہودی ولا نصرانی الا امن بہ انتہی۔ تفسیر درمنثور ج ۲
(ترجمہ) عبد بن حمید اور ابن منذر نے بروایت شہر بن حوشب محمد بن علی
بن الحنفیہ سے آیت وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن بہ کی
کی تفسیر اس طرح روایت کی ہے کہ نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر

وقالوا ای حبیب ان المسیح الذی زعمت انه اللہ وابن اللہ او ثالث ثلثہ عبد اللہ وروحہ
وکلمتہ فیؤمن حین لا ینفعہ ایمانہ وان الیہودی اذا خرجت نفسہ ضربتہ الملائکۃ من قبلہ
ودبرہ وقالوا ای حبیب ان المسیح الذی زعمت انک قتلته عبد اللہ وروحہ فیؤمن بہ حین
لا یفیدہ الا ایمان فاذا کان عند نزول عیسیٰ آمنت بہ احبارہم کما آمنت بہ یوحنا ہم فقال من
این اخذتما فقلت من محمد بن علی قال لقد اخذتما من معدنہا قال شہر وایم اللہ ما عدتہ الا
ولکنی احببت ان اغیظہ ۱۲ تفسیر درمنثور ج ۲

آتے ہیں فرشتے اس کی موت کے وقت اور خوب مارتے ہیں اس کے چہرے اور
سُرخین پر اور کہتے ہیں کہ اے اللہ کے دشمن! بے شک عیسیٰ اللہ کی خاطر
روح میں اس کا کلمہ ہیں۔ تو نے اللہ پر جھوٹ بولا اور گمان کیا کہ عیسیٰ اللہ ہیں
تحقیق عیسیٰ ابھی نہیں مرے اور تحقیق آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے اور وہ قیامت
سے پہلے نازل ہوں گے پس اُس وقت کوئی یہودی اور نصرانی باقی نہ رہے گا
مگر حضرت مسیح پر ضرور ایمان لائے گا۔

عجب نہیں کہ جس طرح مشرکین کو مرنے کے وقت عقیدہ فاسدہ پر
تو بیخ اور کسز نش کی جاتی ہے اسی طرح اہل کتاب کو بھی حضرت عیسیٰ کے
بارے میں غلط عقیدہ کی بنا پر تو بیخ کی جاتی ہو۔ کما قال تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ
تَوَفَّوْهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیْنَ اَنْفُسِهِمْ قَالُوا اَلَمْ نَسْلَمْ مَّا
کُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْرٍ

امام ابن جریر اور ابن کثیر فرماتے ہیں کہ جب موت کا نزول ہوتا ہے تو حق
اور باطل کا فرق واضح ہو جاتا ہے جب تک دین حق اور دین باطل کا امتیاز
نہ ہو جائے اس وقت تک روح نہیں نکلتی۔ اسی طرح ہر کتابی اپنے مرنے سے
پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت پر ایمان لے آتا ہے اور حضرت
عیسیٰ کے بارے میں اس پر حق واضح ہو جاتا ہے۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی تیسری دلیل

قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝ إِذْ
قَالَ اللَّهُ يُعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَرَافِعُكَ إِلَىٰ وَمُطَهِّرُكَ
مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاجْعَلِ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ
الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ إِلَىٰ مَا جِئْتُمُ
فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

ترجمہ و تفسیر

یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے پکڑنے اور قتل کرنے کی خفیہ تدبیریں کیں
اور اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت اور عصمت کی ایسی تدبیر فرمائی جو ان کے دم و
گھمان سے بھی بالا اور بہتر تھی۔ وہ یہ کہ ایک شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کی ہم شکل بنادیا
اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور یہودی جب گھر میں داخل ہوئے تو
اس ہم شکل کو پکڑ کر لے گئے اور عیسیٰ سمجھ کر اس کو قتل کیا اور وہی پرچہ ٹھایا اور اللہ

تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر فرمانے والے ہیں۔ کوئی تدبیر اللہ کی تدبیر کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی پریشانی دور کرنے کے لیے یہ فرمایا کہ اے عیسیٰ تم گھبراؤ نہیں تحقیق میں تم کو تمہارے ان دشمنوں سے بلکہ اس جہان ہی سے پورا پورا لے لوں گا۔ اور بجائے اس کے کہ یہ ناسخاڑ تجھ کو پکڑ کر لے جائیں اور صلیب پر چڑھائیں میں تجھ کو اپنی پناہ میں لے لوں گا اور آسمان پر اٹھاؤں گا کہ جہاں کوئی پکڑنے والا پہنچ ہی نہ سکے اور تجھ کو ان ناپاک اور گندوں سے نکال کر پاک اور صاف اور مطہر اور معطر جگہ میں پہنچا دوں گا کہ تجھ کو کفر اور عداوت کا رنج بھی محسوس نہ ہو اور یہ ناسخاڑ تجھ کو بے عزت کر کے تیرے اور تیرے دین کے اتباع سے لوگوں کو روکنا چاہتے ہیں۔ اور میں اس کے بالمقابل تیرے پیروؤں کو تیرے کفر کرنے والوں پر قیامت تک غالب اور فائق رکھوں گا۔ تیرے خدام اور غلام ان پر حکم رال ہوں گے اور یہ ان کے محکوم اور باج گزار ہوں گے۔ قیامت کے قریب تک یوں ہی سلسلہ ہے گا کہ نصاریٰ ہر جگہ یہود پر غالب اور حکم رال رہیں گے اور اپنی ذلت و مسکنت کا اور حضرت مسیح بن مریم کے نام لیواؤں کی عزت و رفعت کا مشاہدہ کرتے رہیں گے اور اندر سے تلملہاتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ جب قیامت قریب آجائے گی اور دجال کو جیل خانہ سے چھوڑ دیا جائے گا تا کہ یہود بے بہود اپنی عزت اور حکومت قائم کرنے کے لیے اس کے ارد گرد جمع ہوں تو یکایک عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بصد جاہ و جلال آسمان سے نازل ہوں گے اور

لے اشارة الى الارضا ط فکتمنا احسن عیسیٰ منہم الکفر ۱۲

دجال کو جو یہود کا بادشاہ بنا ہوا ہوگا اس کو تو خود اپنے دست مبارک سے قتل فرمائیں گے اور باقی یہود کا قتل و قتال اور اس جماعت کا بالکلہ استیصال امام مہدی اور مسلمانوں کے سپرد ہوگا۔ دجال کے متبعین کو چن چن کر قتل کیا جائے گا۔ نزول سے پہلے یہود اگرچہ حضرت مسیح کے غلام اور محکوم تھے مگر زندہ رہنے کی تو اجازت تھی مگر حضرت مسیح کے نزول کے بعد زندہ رہنے کی بھی اجازت نہ رہے گی ایمان لے آویا اپنے وجود سے بھی دست بردار ہو جاؤ۔ اور نصاریٰ کو حکم ہوگا کہ میری الوہیتِ انبیت کے عقیدہ سے تائب ہو جاؤ اور مسلمانوں کی طرح مجھ کو اللہ کا بندہ اور رسول سمجھو اور صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ختم کریں گے اور سوائے دین اسلام کے کوئی دین قبول نہ فرمائیں گے۔

الغرض نزول کے بعد اس طرح تمام اختلافات کا فیصلہ فرمائیں گے جیسا کہ آئندہ آیت میں اس طرز اشارہ فرماتے ہیں **فَتُحَرِّىٰ مَرْجِعُكُمْ فَلَحْكُمْ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ**۔ پھر تم سب کا میری طرف لوٹنا ہے پس اس وقت میں تمہارے اختلافات کا فیصلہ کروں گا۔ وہ فیصلہ یہ ہوگا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے یہود کا یہ زعم باطل ہو جائیگا کہ ہم نے حضرت مسیح کو قتل کر دیا۔ لکھا قال اللہ تعالیٰ **وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ**۔ اور نصاریٰ کا یہ زعم باطل ہوگا کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے ہیں اور حیاتِ مسیح کے مسئلہ کا فیصلہ ہو جائے گا اور روزِ روشن کی طرح تمام عالم پر یہ واضح ہو جائے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام اسی

جسدِ عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ اور اسی جسم کے ساتھ
آسمان سے اترے ہیں۔

لفظ توفی کی تحقیق

قبل اس کے کہ ہم ان آیات کی مفصل تفسیر کریں لفظ توفی کی تحقیق ضروری
سمجھتے ہیں۔

توفی وفات سے مشتق ہے جس کے معنی پورا کرنے کے ہیں۔ یہ مادہ خواہ کسی شکل
اور کسی ہیئت میں ظاہر ہو مگر کمال اور تمام کے معنی کو ضرور یہی ہو سکے ہو گا۔
لما قال تعالیٰ اَوْفُوا بِعَهْدِي اَوْفِیْ اَوْفِ بِعَهْدِكُمْ مِیْرَ عہد کو پورا
کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔ وقال تعالیٰ فَاَوْفُوا لِّلْکَیْلِ اِذَا کَلَّمْتُمْ
مَآءَکُمْ کُوْیْرَ اکر جب تم مایہ کو فوون بالکن سیر اپنی نذر نہں کو پورا کرتے
ہیں وَ اَتَمَسَّاؤُفُوْنَ اَجْمَرُ کَمَیْوَمَرِ الْقِیَمَةِ جزا میں نیست کہ تم
پورا پورا اجر قیامت کے دن دیے جاؤ گے۔ یعنی کچھ تھوڑا بہت اجر تو دنیا
میں بھی مل جائے گا مگر پورا پورا اجر قیامت کے دن ہی ملے گا۔

اور لفظ توفی جو اسی مادہ یعنی وفات سے مشتق ہے اس کے اصلی اور حقیقی معنی
احضار الشی و افیاء کے ہیں یعنی کسی چیز کو پورا پورا اسے لینا کہ باقی کچھ نہ رہے
قرآن اور حدیث اور کلام عرب میں جس جگہ بھی یہ لفظ مستعمل ہوا ہے سب
جگہ توفی سے استیفاء اور اکمال اور اتمام ہی کے معنی مراد لیے گئے ہیں۔ توفی

سے اگر کسی جگہ موت کے معنی مراد لیے گئے ہیں تو وہ کنایہ اور لڑو مراد لیے گئے ہیں۔ اس لیے کہ استیفاء عمر اور اتمام عمر کے لیے موت لازم ہے۔ تو فی عین موت نہیں بلکہ موت تو فی معنی المال عمر اور اتمام زندگی کا ایک ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ چنانچہ لسان العرب ص ۲۰ ج ۲ میں ہے:-

توفی المیت استیفاء مداتہ التي وفیت له وعدد ایامہ
 وشہ ہومہ واعوامہ فی الدنیا یعنی میت کے توفی کے معنی یہ ہیں کہ اس
 کی مدت حیات کو پورا کرنا اور اس کی دنیاوی زندگی کے دنوں اور مہینوں
 اور سالوں کو پورا کر دینا۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ کا وصال یا انتقال
 ہو گیا۔ وصال کے اصل معنی ملنے کے ہیں اور انتقال کے اصل معنی ایک جگہ
 سے دوسری جگہ منتقل ہو جانے کے ہیں۔ بزرگوں کی موت کو موت کے
 لفظ سے تعبیر کرنا عرف میں خلاف ادب سمجھا جاتا ہے اس لیے بجائے
 موت کے لفظ وصال اور انتقال مستعمل ہوتا ہے۔ یعنی اپنے رب سے
 جاملے اور دارِ فانی سے دارِ جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔ اور کبھی اس
 طرح کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ رحلت فرمائے عالم آخرت ہوئے۔ یا یہ
 کہتے ہیں کہ فلاں شخص اس عالم سے رخصت ہوا یا فلاں شخص گزر گیا۔ تو کیا
 اس استعمال سے کوئی شخص سمجھتا ہے کہ وصال اور انتقال اور رحلت اور
 رخصت وغیرہ ان الفاظ کے حقیقی اور اصلی معنی موت کے ہیں۔ ہرگز نہیں
 بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ اصلی اور حقیقی معنی تو اورد ہیں تشریف اور تکیم کی غرض کہ
 بزرگوں کی موت کو وصال اور انتقال کے لفظ سے تعبیر کر دیا گیا۔ اسی طرح

توفی کے لفظ کو سمجھیے کہ اصلی اور حقیقی معنی تو استیفاء اور اكمال کے ہیں۔ مگر بعض مرتبہ بغرض تشریف و تکریم کسی کی موت کو توفی کے لفظ سے کنایہ تعبیر کر دیا جاتا ہے جس سے قادیان اور ربوہ کے احمق اور نادان یہ سمجھ گئے کہ توفی کے حقیقی معنی ہی موت کے ہیں۔

علامہ زحشری اسس البلاغہ ص ۳۰۲ ج ۲ میں تصریح فرماتے ہیں کہ توفی کے حقیقی اور اصلی معنی استیفاء اور اكمال کے ہیں اور موت کے معنی مجازی ہیں :-

وفی بالعہد و اوفی بہ و هو دفی من قوم و صہ و فیا و
اوفاء و استوفاء و توفاء استکملہ و من المجاز توفی و توفاء اللہ
ادرکتہ الوفاء ۱۰۸

اور علی ہذا علامہ زبیدی تاج العروس شرح قاموس ص ۳۹۲ ج ۱۰ میں فرماتے ہیں :-

وفی الشئ و فیا تحر و کثر فہو دفی و وافی بمعنی واحد
وکل شی بلغ الکمال فقد وفی و تحر و منه اوفی فدلنا
حقہ اذا عطاہ و افیاد اوفاء فاستوفی و توفاء ای لم یبع
شیاً فہا مطاوعان لا وفاء و رفاء و من المجاز ادرکتہ الوفاء
ای المنیۃ و الموت و توفی فلان اذا مات و توفاء اللہ عز و
جل اذا قبض نفسہ آ۱۰

اب ہم چند آیتیں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جس سے صاف طور پر یہ معلوم

ہو جائے گا کہ تو فی کی حقیقت موت نہیں بلکہ تو فی موت کے علاوہ کوئی اور شے ہے۔

آیت اول

اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَازِلِهَا فِيمَا ضَلَّتْ وَرُفِعَ قُضَايُهَا عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاٰخِرَىٰ اِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى

یعنی اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے روح کو جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہیں مرے ان کو قبض کرتا وقت نیند کے پس روک دیتا ہے ان کو جن پر مقدر کی ہے اور واپس بھیج دیتا ہے ان کو وقت مقرر تک۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ تو فی بعینہ موت کا نام نہیں بلکہ تو فی موت کے علاوہ کوئی اور شے ہے کہ جو کبھی موت کے ساتھ جمع ہوتی ہے اور کبھی نیند کے ساتھ یعنی تمہاری جانیں خدا کے قبضہ اور تصرف میں ہیں۔ ہر روز سوئے وقت تمہاری جانیں کھینچتا ہے اور پھر واپس کر دیتا ہے۔ مرنے تک ایسا ہی ہوتا رہتا ہے اور جب موت کا وقت ہوتا ہے تو پھر جان کھینچنے کے بعد واپس نہیں کی جاتی۔

خلاصہ یہ کہ آیہ ہذا میں تو فی کی موت اور نیند کی طرف تقسیم اس امر کی صریح دلیل ہے کہ تو فی اور موت الگ الگ چیزیں ہیں اور جن میں موت کا قید سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ تو فی موت کے وقت ہوتی ہو عین موت نہیں اور نہ خود شے کا اپنے لیے ظفر ہونا لازم آتا ہے۔ لسان العرب سے

ہم ابھی نقل کر چکے ہیں کہ توفی کے معنی استیفاء اور استکمال یعنی کسی شے کو پورا پورا لینے کے ہیں۔ صاحب لسان توفی کی حقیقت بیان کر دینے کے بعد آیت موصوفہ کی تفسیر فرماتے ہیں:-

ومن ذلک قوله عز وجل
الله يتوفى الانفس حين
موتها ای یستوفی مدد
آجالهم فی الدنیا واما
توفی النائم فهو استیفاء
وقت عقله ومیزان الی ان
نام۔ (لسان العرب ص ۲۸)

حاصل یہ کہ توفی کے معنی توفی استیفاء اور اخذ الی وغیرہ یعنی شے کو پورا پورا لینے ہی کے رہے۔ توفی میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں صرف توفی کے متعلق میں تبدیلی ہوتی۔ ایک جگہ توفی کا متعلق موت ہے اور دوسری جگہ نوم (نیند)

آیت دوم

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم
بِالنَّوْمِ
وہی ہے کہ جو تم کو رات میں پورا پورا
کھینچ لیتا ہے۔

اس مقام پر بھی توفی موت کے معنی میں مستعمل نہیں ہوا بلکہ نیند کے موقع پر توفی کا استعمال کیا گیا۔ حالانکہ نوم میں قبضہ و روح پورا نہیں ہوتا۔

آیت سوم

حَتَّى يَتَوَفَّيَهُنَّ الْمَوْتُ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں
تا آن کہ عمر ایشان را تمام کند مرگ

یعنی یہاں تک کہ موت ان کی عمر تمام کر دے۔

اس آیت میں توفی کے معنی اتمام عمر اور اكمال عمر کے لیے گئے ہیں۔ علاوہ
ازیں قرآن کریم میں جا بجا موت کے مقابلہ میں حیات کا ذکر فرمایا ہے۔ توفی کو
حیات کے مقابل نہیں ذکر فرمایا جس سے صاف ظاہر ہے کہ توفی کی
حقیقت موت نہیں۔ ورنہ اگر توفی کی حقیقت موت ہوتی تو جس طرح جا
بجا موت کے مقابل حیات کا ذکر کیا جاتا ہے اسی طرح توفی کے مقابل بھی
حیات کا ذکر کیا جاتا۔ چند آیتیں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جن میں حق تعالیٰ نے حیات
کو موت کے مقابل ذکر فرمایا ہے توفی کے مقابل ذکر نہیں فرمایا۔ قال تعالیٰ
(۱) یُحْيِي الْأَمْواتَ بَعْدَ مَوْتِهِمْ۔ (۲) قال تعالیٰ كِفَاةً
أَحْيَاءَ وَأَمْواتًا۔ (۳) يُحْيِيكُمْ ثُمَّ مِمَّنْكُمْ (۴) هُوَ أَمَاتٌ
وَأَحْيِي (۵) يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَمِيتِ وَيُخْرِجُ الْمَمِيتَ
مِنَ الْحَيِّ (۶) أَمْواتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ (۷) وَتَوَكَّلْ
عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ (۸) لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيِي
(۹) كَذَلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَى (۱۰) يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

ان آیات اور ائمہ لغت کی تصریحات سے یہ بات بخوبی مشکشف ہو گئی کہ توفی کی حقیقت موت نہیں بلکہ توفی ایک جنس کا درجہ ہے جس کے تحت میں کئی فرد مندرج ہیں۔ جیسے حیوان ایک جنس ہے اور انسان اور فرس اور بقرو وغیرہ اس کے افراد ہیں۔ حیوانیت بھی انسانیت میں ہو کر پائی جاتی ہے اور کبھی فرس کے ساتھ وغیرہ لاک۔ چنانچہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

لفظ التوفی فی لغت العرب
معناه الاستیفاء والقبض
وذلك ثلاثة انواع احدها
توفی النوم، والثانی توفی الموت
والثالث توفی الروح والبدن
جميعًا ۸۱۔ الجواب الصحيح ۲۸۳ ج ۲

لغت عرب میں توفی کے معنی استیفاء
پورا پورا لینے کے ہیں اور توفی کی تین قسمیں
ہیں ایک توفی نوم یعنی نیند اور خواب کی
توفی امدد دوسری توفی موت کے وقت
روح کو پورا پورا قبض کر لینا۔ تیسری توفی
الروح والبدن۔ یعنی روح اور جسم کو پورا
پورا لے لینا۔ آہ۔

یعنی روح اور جسم دونوں کو آسمان پر اٹھا لینا۔ اور جن ائمہ لغت نے توفی کے معنی قبض روح کے لکھے ہیں انہوں نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ فقط قبض روح کو توفی کہتے ہیں اور اگر قبض روح مع البدن ہو تو اس کو توفی نہیں کہتے۔ بلکہ اگر قبض روح کے ساتھ قبض بدن بھی ہو تو بدرجہ اولیٰ توفی ہوگی۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ توفی ایک جنس ہے امدد نوم (نیند) اور موت اور دفع جسمانی یہ اس کے انواع اور اقسام ہیں اور یہ مسلم ہے کہ نوع اور قسم معین کرنے کے لیے قرینہ کا

ہونا ضروری اور لازمی ہے اس لیے جہاں لفظ توفی کے ساتھ موت اور اس کے
لوازم کا ذکر ہوگا اس جگہ توفی سے موت مراد لی جائے گی جیسے

قُلْ يَتُوفِكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ
الَّذِي دُكِّلَ بِكُمْ

اے ہمارے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ پورا
پورا پکڑے گا تم کو وہ موت کا فرشتہ جو
تم پر مسلط کیا گیا ہے۔

اس مقام پر ملک الموت کے قرینہ سے توفی سے موت مراد لی جائے گی۔ اور
جس جگہ توفی کے ساتھ نوم یعنی خواب اور اس کے متعلقات کا ذکر ہوگا اس جگہ
توفی سے نوم کے معنی مراد لیے جائیں گے جیسے :-

وَهُوَ الَّذِي يَتُوفِكُمْ بِاللَّيْلِ
وہی خدا تم کو رات میں پورا پورا لیتا ہے

لیل کے قرینہ سے معلوم ہوا کہ اس جگہ توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں۔ اب نو اس
کتاب سے

فَلَمَّا تَوَفَّاكَ رَسُولُ الْكَرِي

یعنی تمہارے قاصد نے اس کو پورا پورا لے لیا یعنی سٹلا دیا۔ اس شعر میں بھی
توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں اور جس جگہ توفی کے ساتھ رفع کا ذکر ہو یا اور
کوئی قرینہ ہو تو وہاں توفی سے رفع جسمانی مراد ہوگا۔ اور مرزا صاحب بھی،
دعوائی مسیحیت سے پہلے توفی کے معنی موت کے نہیں سمجھے تھے جیسا کہ براہین
احمدیہ ص ۵۵ پر لکھتے ہیں کہ لَئِنْ مُتَّوَفَّيْتُكَ یعنی میں تجکو پوری نعمت
دوں گا۔ اور اسی کتاب کے ص ۸۹ و ۹۰ اور ص ۵۰۴ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کا زندہ رہنا اور نہایت عظمت اور جلال کے ساتھ دوبارہ دنیا میں آنا تسلیم کیا ہے

غرض یہ کہ یہ ثابت ہو گیا کہ توفی کے حقیقی معنی استیفاء اور اخذ لشیء وافیاً
یعنی کسی شے کو پورا پورا لینے کے ہیں اور یہ کسی کتاب میں نہیں کہ توفی کے حقیقی
معنی موت کے ہیں۔ اگر کسی مرزائی سے ممکن ہے تو لغت کی کوئی کتاب لا
دکھاوے جس میں یہ تصریح ہو کہ توفی کے حقیقی معنی موت کے ہیں۔ بلکہ ہم دعوے
کے ساتھ کہتے ہیں کہ قرآن اور حدیث میں جہاں کہیں یہی لفظ
توفی آیا ہے سب جگہ توفی کے اصلی اور حقیقی ہی معنی مراد ہیں یعنی استیفاء اور
استکمال۔ مگر چونکہ عمر کے پورا ہوجانے کے بعد موت کا تحقق لازمی ہے اس لیے مجازاً
یہ کہہ دیا گیا کہ یہاں موت کے معنی مراد ہیں۔

خلاصہ کلام

یہ کہ توفی کے اصلی معنی پورا وصول کرنے اور ٹھیک لینے کے ہیں۔ قرآن کریم
نے لفظ توفی کو نوم اور موت کے معنی میں اس لیے استعمال کیا کہ اہل عرب پر
موت اور نوم کی حقیقت واضح ہو جائے۔ جاہلیت والے اس حقیقت کو
بالکل بے خبر تھے کہ موت اور نوم میں حق تعالیٰ کوئی چیز بندہ سے لیتے ہیں۔ عرب
کا عقیدہ یہ تھا کہ انسان مر کر نیست اور نابود ہو جاتا ہے۔ موت کو فنا اور عدم
کے مرادف سمجھتے تھے اس لیے وہ بعثت اور ثناء ثانیہ کے منکر تھے اللہ تعالیٰ
نے ان کے رد کے لیے ارشاد فرمایا قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ
الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثَمَّ إِلَىٰ سَاءَ لَكُمْ تَرْجَعُونَ۔ آپ ان منکرین
بعثت سے کہہ دیجیے کہ مر کر تم فنا نہیں ہوتے بلکہ موت کا فرشتہ تم سے اللہ کا

پورا پورا حق وصول کر لیتا ہے یعنی وہ ارواح کہ جو اللہ کی امانت ہیں وہ تم سے
 لے لی جاتی ہیں اور اللہ کے یہاں محفوظ رہتی ہیں۔ قیامت کے دن پھر وہی ارواح
 تمہارے اجسام کے ساتھ متعلق کر کے حساب کے لیے پیشی ہوگی
 حضرت شاہ عبدالقادر صاحب قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں تم اپنے
 آپ کو دھڑکتے ہو کہ خاک میں مل گئے تم جان ہو وہ فرشتہ لے جاتا ہے
 فنا نہیں ہوتے۔ انتہی۔

شاہ صاحبؒ نے اپنے ان مختصر الفاظ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ
 فرمایا کہ جس کی ہم نے وضاحت کی۔ اس آیت میں بھی توفی کے معنی موت کے
 نہیں بلکہ حق وصول کرنے کے ہیں۔ موت دینے والا تو صرف وہی محی اور ممیت
 ہے۔ ملک الموت تو اللہ کا حق وصول کرنے والا ہے۔

آیت توفی کی تفسیر

جب توفی کے معنی معلوم ہو گئے تو اب آیت توفی کی تفسیر سنئے۔ یہو
 بے بہو دے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی تدبیریں شروع کیں
 تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اس کو محسوس فرمایا لہذا قال تعالیٰ فَلَمَّا
 أَحْسَنَ عِيسَىٰ مِنْهُمْ الْكُفْرَ تَوَّاهُ تَعَالَىٰ فِي هَٰذَا وَقْتُ حَضْرَتِ عِيسَىٰ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ كَيْ تَسْلَىٰ فَرَمَانِی کہ اے عیسیٰ تم گھبراؤ مت۔ یہ تو تدبیریں کراہی ہے
 ہیں ہم بھی تدبیریں کر رہے ہیں۔ عن قریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔
 اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے ان پانچ وعدوں کا ذکر فرمایا ہے

جو اللہ تعالیٰ نے اس وقت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے ایک توفی، دم
رفع اور سوم تطہیر من الکفار یعنی کافروں سے پاک کرنا۔ اور چہارم قبعین کا
منکرین پر قیامت تک غالب اور فائق رہنا۔ اور پنجم فیصلہ اختلافات
اول کے تین وعدے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات بابرکات کے
متعلق ہیں اور چوتھا خدام کے متعلق ہے اور پانچواں فیصلہ کے متعلق ہے جس کا
تعلق سب سے ہے۔

۱۔ وعدہ توفی

جمہور صحابہ اور تابعین اور عامہ سلف و خلف اس طرف گئے ہیں کہ
آیت میں توفی سے موت کے معنی مراد نہیں بلکہ توفی کے اصلی اور حقیقی معنی
مراد ہیں یعنی پورا پورا اور ٹھیک ٹھیک لے لینا۔ کیونکہ مقصود حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کی تسلی اور تسکین ہے کہ اے عیسیٰ تم ان دشمنوں کے ہجوم اور زور
سے گھبراؤ نہیں میں تم کو پورا پورا روح اور جسم سمیت ان نابکاروں سے
چھین لوں گا۔ یہ نابکار اور ناجائز اس لائق نہیں کہ تیرے وجود باوجود کو ان
میں رہنے دیا جائے۔ ان کی ناقدر دانی اور ناسپاسی کی مرزا یہ ہے کہ ان سے
اپنی نعمت واپس لے لی جائے۔ حضرت مولانا الشاہ سید محمد نور نور اللہ
وجہ یوم القیامت و نظر آئین) فرماتے ہیں سے

وجہ لم تکن اہلاً للنجار

فياخذ منهم عيسى الميہ

وہی ہے جس نے یہ سب کچھ فرمایا ہے
خداوند تعالیٰ

وہی ہے جس نے یہ سب کچھ فرمایا ہے
خداوند تعالیٰ

وہی ہے جس نے یہ سب کچھ فرمایا ہے
خداوند تعالیٰ

وہی ہے جس نے یہ سب کچھ فرمایا ہے
خداوند تعالیٰ

وہی ہے جس نے یہ سب کچھ فرمایا ہے
خداوند تعالیٰ

اس مقام پر موت کے بعد سب نہیں اس لیے کہ جب موت
آتی ہے تو اس وقت تک کہ وہ سب کچھ فرمایا ہے
خداوند تعالیٰ

معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ اے یہود! تم بالکل نہ گھبراؤ اور نہ مسیح کے قتل کی فکر کرو۔ میں خودی اُن کو موت دوں گا اور تمہاری تمنا اور آرزو پوری کر دوں گا۔ خود بخود تمہاری تمنا پوری ہو جائے گی۔ تمہیں کوئی مشقت بھی نہ ہوگی۔

(۲)

نیز یہ کہ تو فی معنی الموت تو ایک عام شے ہے جس میں تمام مومن اور کافر انسان اور حیوان سب ہی شریک ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کبیا خصوصیت ہے جو خاص طور پر ان سے تو فی کا وعدہ فرمایا گیا؟ قرآن کریم کے تتبع اور استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ تو فی کا وعدہ حق تعالیٰ نے سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے اور کسی سے نہیں فرمایا۔

(۳)

نیز وَمَكْرُؤًا مَّا كَرِهَتْ اَنْفُسُهُمْ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ تو فی سے پورا پورا لینا اور آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہو کیونکہ باجماع مفسرین وَمَكْرُؤًا سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل اور صلیب کی تدبیریں مراد ہیں اور مَكْرُؤًا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کی تدبیر مراد ہے اور مَكْرُؤًا کو مَكْرُؤًا کے مقابلہ میں لانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہود کا کراہنا ان کی تدبیر تو

بمع قولہ تعالیٰ وَمَكْرُؤًا اِیْ بِالْقَتْلِ وَمَكْرُؤًا اِیْ بِالرَّفْعِ اِلَى السَّمَاءِ کَمَا هُوَ مَصْرُوحٌ فِی التَّفْسِیْرِ

ابکیر ص ۲۶۳ ج ۲ - ابن کثیر ص ۲۲۹ ج ۲ - درختور ص ۲۶ ج ۲ - کشاف ص ۲۶ ج ۲

بیضاوی ص ۱۱ ج ۲ - بحر المحیط ص ۲۴۲ ج ۲ - مارک ص ۲۰۵ ج ۲ - روح المعانی

ص ۱۱۰ ج ۱ - والسرچ المنیر ص ۲۱۵ ج ۱ - تاتخ کمال ابن الاثیر ص ۱۱۰ ج ۱ - جلائین

ابوالسعود ص ۱۳۵ ج ۱

نہیست اور ناکام ہوئی اور اشر سب جانہ کا مکرا اور اس کی تدبیر غالب آئی۔ و اشر غالب
 علی امرہ۔ جیسے :-

وہ بھی تدبیر کر رہے ہیں اعد میں بھی تدبیر
 کر رہا ہوں۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے :-

قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللّٰهِ
 لَنُبَيِّتَنَّهُ وَاَهْلَكَ ثُمَّ
 لَنَقُولَنَّ لَوْ يَدَّ مَآشَهُدُنَا
 مَهْلِكُكَ اَهْلِكَ وَاِذَا
 تَصَدَّقُوْنَ ۝ وَمَكْرُؤًا
 مَكْرًا ۝ وَمَكْرُؤًا مَّا
 كُنَّا لَنَنْظُرُ ۝ فَانْظُرْ
 كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مُّكْرِهِمْ
 اَنَّا دَمَّرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ
 اَجْمَعِيْنَ ۝

قوم ثمود نے آپس میں کہا کہ قسمیں اٹھاؤ کہ
 ہم شب کے وقت صلیح (علیہ السلام) اور
 ان کے متعلقین کو قتل کر ڈالیں اور بعد میں ان
 کے وارثوں سے کہہ دیں گے کہ ہم اس موقع
 پر عافرنہ تھے اور ہم سچے ہیں۔ اشر تعالیٰ
 فرماتے ہیں اس طرح انہوں نے صلیح علیہ السلام
 کے قتل کے مشورے اور تدبیریں کیں اور ہم
 نے بھی ان کے بچانے کی خفیہ تدبیر کی کہ ان
 کو خبر بھی نہ ہوئی وہ یہ کہ پہاڑ سے ایک بھائی
 پتھر بڑھک کر ان پر آگرا جس سے دب کر
 سب مر گئے (کما فی الدر المنثور) دیکھ لو کہ
 ان کے مکر کا کیا انجام ہوا۔ ہم نے اپنے مکر اور
 تدبیر سے سب کو غارت کر ڈالا۔ اسی طرح
 اس آیت میں مکر اور اس کے بعد و مکر اشر مذکور ہے

جس سے حق جل شانہ کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہود نے جو قتل کی تدبیر کی وہ تو کارگر نہ ہوئی مگر ہم نے جو ان کی حفاظت کی نرالی اور انوکھی تدبیر کی وہی غالب ہو کر رہی۔ پس اگر روح اور جسم کا پورا پورا لینا مراد نہ لیا جائے بلکہ تو فی ہر موت مراد لی جائے تو یہ کوئی ایسی تدبیر نہیں جو یہود کی مغلوبی اور ناکامی کا سبب بن سکے۔ بلکہ موت کی تدبیر تو یہود کی عین تمنا اور آرزو کے مطابق ہے۔ کفار مکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی تدبیر کی کما قال تعالیٰ وَمَكَرُوا مَكْرًا وَكَرَّ اللَّهُ ذَرَارًا خَيْرٌ لِّلْمَآكِرِينَ ۝ کفار مکہ آپ کے قتل کی تدبیریں کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کی تدبیر کر رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر فرمائے ولے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ کے منصوبوں سے آگاہ کیا اور صحیح سالم آپ کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرا دی۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا تھا وَمَكَرُوا مَكْرًا وَكَرَّ اللَّهُ ذَرَارًا خَيْرٌ لِّلْمَآكِرِينَ ۝ یعنی یہود نے آپ کے قتل کی تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی تدبیر کی کہ دشمنوں کے ہاتھ سے صحیح و سالم نال کر آسمان کی طرف ہجرت کرا دی۔ اب اس ہجرت کے بعد نزول اور تشریف آوری زمین کے فتح کرنے کے لیے ہوگی۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے کچھ عرصہ بعد مکہ فتح کرنے کے لیے تشریف لائے اور تمام اہل مکہ مشرف باسلام ہوئے۔ اسی طرح جب عیسیٰ علیہ السلام

زمین کو فتح کرنے کے لیے نازل ہوں گے تو تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے بر
 رفع الی السماء۔

وعدہ دوم

کَمَا قَالَ تَعَالَى

وَرَأَيْتُكَ إِلَى

یعنی اے عیسیٰ میں تم کو اپنی جانب اٹھاؤں گا جہاں کسی انسان کی رسائی بھی
 نہیں ہو سکتی جہاں میرے فرشتے رہتے ہیں وہاں تم کو رکھوں گا۔ اس آیت میں رفع
 سے رفع جسمانی مراد ہے۔ اس لیے کہ۔

(۱) وَرَأَيْتُكَ فِي خُطَابِ حُجْمِ الرُّوحِ كَوْنِهِ۔

(۲) رفع درجات تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے ہی سے حاصل تھا اور

رفع روحانی بصورت موت، یہ مرزا صاحب کے زعم کے مطابق خود...

مُسْتَوْفِيَّتِكَ سے معلوم ہو چکا ہے۔ لہذا دوبارہ ذکرنا موجب تکرار ہے۔

(۳) نیز رفع روحانی ہر مرد صلح اور نیک بختی کی موت کے لیے لازم

ہے اس کو خاص طور پر بصورت وعدہ بیان کرنا بے معنی ہے۔

(۴) نیز باتفاق محدثین و مفسرین و مورخین یہ آیتیں نصاریٰ نے نجران

کے مناظرہ اودان کے عقائد کی اصلاح کے بارے میں آئری ہیں اور ان کا عقیدہ

یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے اور پھر دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر

اٹھائے گئے۔ لہذا اگر رفع الی السماء کا عقیدہ غلط اور باطل تھا تو قرآن نے جس طرح عقیدہ ابنیت اور عقیدہ تثلیث اور عقیدہ قتل اور صلیب کی صاف صاف لفظوں میں تردید کی تو اسی طرح رفع الی السماء کے عقیدہ کی بھی صاف صاف لفظوں میں تردید ضروری تھی اور جس طرح دیا قتلہ اور با صلیبہ کہہ کر عقیدہ قتل و صلیب کی تردید فرمائی اسی طرح بجائے بَلْ مَرَفَعَهُ اللّٰهُ کے مَا مَرَفَعَهُ اللّٰهُ فرما کر عقیدہ رفع الی السماء کی تردید ضروری تھی بسکوت اور مبہم الفاظ سے نصاریٰ کی تو کیا اصلاح ہوتی مسلمان بھی اشتباہ اور گمراہی میں پڑ گئے۔

نیز اگر تونی اور رفع سے موت اور رفع روحانی مراد ہو تو وعدہ تطہیر من الکفار اور وعدہ کف عن بنی اسرائیل کی کوئی حقیقت اور اصلیت باقی نہیں رہتی جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وَلَاذْكَفَفْتُ بَنِي إِسْرَءِیْلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ اس آیت میں حق جل شانہ کے اُن انعامات اور احسانات کا ذکر ہے کہ جو قیامت کے دن حق جل شانہ بطور امتنان عیسیٰ علیہ السلام کو یاد دلائیں گے ان میں سے ایک احسان یہ ہے کہ تجکو بنی اسرائیل کی دست درازی سے محفوظ رکھا۔

عشرہ سوم

وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الذِّیْنِ كَفَرُوا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تیسرا وعدہ یہ فرمایا کہ میں تجکو اپنے اور تیرے

دشمنوں یعنی کافروں سے پاک کروں گا۔ اور ان کے ناپاک اور نجس پڑوس میں
 تجکو نہیں رہنے دوں گا بلکہ نہایت مطہر اور معطر جگہ میں تجکو بلا لوں گا۔ لفظ
 مطہر کفر اور کافروں کی نجاست کی طرف اشارہ کرنے کے لیے استعمال
 فرمایا۔ کما قال تعالیٰ اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ یعنی یہ نجس اور گندے آپ کے
 جسم مطہر کے قریب بھی نہ آنے پائیں گے۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔
 وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَآئِیْلَ عَنْكَ اور اس وقت کو یاد کر کہ جب
 بنی اسرائیل کو تیرے پاس آنے سے بھی روک دیا۔ پس اگر خدا نخواستہ قتل اور
 صلب میں کامیاب ہو گئے تو پھر اس تطہیر اور کف کے وعدہ اور انعام کی کوئی
 حقیقت باقی نہیں رہتی۔

چنانچہ تفسیر درمشور ص ۳۲ ج ۲ میں حسن بصریؒ سے اس آیت کی تفسیر
 ان الفاظ میں مروی ہے یعنی ومخلصك من الیہم ہود فلا یصلون
 الی قتلک یعنی تطہیر من الکفار سے یہ مراد ہے کہ اے عیسیٰ میں تجکو ہود سے
 چھوڑاؤں گا اور ان کو تیرے قتل تک بھی رسائی نہ ہوگی اور اِذْ كَفَفْتُ
 بَنِي إِسْرَآئِیْلَ الایۃ کی آیت میں ایک خاص لطافت ہے وہ یہ کہ
 عیسیٰ علیہ السلام کی محفوظیت کو اس عنوان سے بیان فرمایا كَفَفْتُ بَنِي
 إِسْرَآئِیْلَ عَنْكَ اور كَفَفْتُ بمعنی بَحَثْتُ کا مفعول بہ بنی اسرائیل کو
 قرار دیا اور لفظ عَنْكَ بعد میں ذکر فرمایا جس کا مطلب یہ ہوا کہ بنی اسرائیل کو
 تیرے سے دور رکھا۔ ان کو تیرے قریب بھی آنے نہ دیا کہ تجھے ہاتھ بھی لگا سکیں۔
 لفظ کف بھی تبعید کے معنی میں ہے اور لفظ عن بھی بعد اور مجاوزہ کے بیان

کے لیے آتا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ اذبح تک عن بنی اسرائیل کہ تجکو بنی اسرائیل
 سے نجات دی اور ان کے ہاتھوں سے تجکو چھڑایا جیسا کہ دوسرے جگہ ہے وَلَاذِ
 ابْنِ حِیْنَانَ مِنْ اِلٰہِ فِرْعَوْنَ یَسْؤُْمُوْکُمْ سُوْءًا الْعَنَّا اِب۔
 اے بنی اسرائیل اس وقت کو یاد کرو کہ جب ہم نے تم کو فرعونوں کے عذاب
 سے بچایا اور نجات دی اس لیے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ
 عنوان اختیار فرماتے تو یہ شبہ ہوتا کہ بنی اسرائیل کی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے
 بھی دشمنوں سے ایذا نہیں اور تکلیفیں اٹھائیں مگر اخیر میں اللہ نے ان مصائب
 اور تکالیف سے نجات دی۔ عیسیٰ علیہ السلام کو کوئی ایذا تو کیا پہونچاتا وہ
 خود بھی ان تک نہ پہونچ سکا۔ اللہ نے دشمنوں کو دور ہی رکھا اور کسی بد ذات
 کو پاس بھی نہ پھٹکنے دیا اور جبریل علیہ السلام کو بھیج کر آسمان پر اٹھایا۔ تمام
 تفاسیر مستبرہ میں ہی تفسیر مذکور ہے۔

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے رہا ہو کر شہیر
 پہونچے اور ستاشی سال کے بعد شہیر میں وفات پائی۔ حالانکہ شہیر اس
 وقت کفر اور شرک اور بت پرستی کا گھر تھا جو ملک شام سے کسی طرح
 بہتر نہ تھا۔ شام حضرات انبیاء کا مسکن اور وطن تھا اور اللہ تعالیٰ یہ فرماتے
 ہیں وَمُطَهِّرٌ لِّمَنِ الدِّیْنِ کَفَرُوْا کہ میں تجکو کافروں سے پاک کرنے
 والا ہوں۔ نیز عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے
 تھے لہذا قال تعالیٰ وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اَنْ کُنِیْ صِرْفَ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ
 کے لیے بھی۔ لہذا بنی اسرائیل کو چھوڑ کر شہیر جانے کے کیا معنی؟

وعدہ چہارم

غلبہ بین منکرین

وَسَيَاخُذُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

اور اے عیسیٰ! میں تیری پیروی کرنے والوں کو تیرے کفر کرنے والوں پر

قیامت تک غالب رکھوں گا:

چنانچہ جس جگہ یہود اور نصاریٰ ہیں، وہاں نصاریٰ یہود پر غالب
اور حکم ران ہیں آج تک یہود کو نصاریٰ کے مقابلہ میں کبھی حکم رانی نصیب
نہیں ہوئی۔

وعدہ پنجم

فیصلہ اختلاف

ثُمَّ إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأَيُّكُمْ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ

یہ پانچواں وعدہ ہے کہ جو اختلافات کے فیصلہ کے متعلق ہے تمام اختلافات

کا آخری فیصلہ تو آخرت کے دن ہوگا۔ لیکن یہود اور نصاریٰ اور اہل اسلام

کے اختلافات کا ایک فیصلہ قیامت قائم ہونے سے کچھ روز پہلے ہوگا اور

وہ مبارک وقت وہ ہوگا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے

اور دجال کو قتل کریں گے اور یہود کو چُن چُن کر ماریں گے۔ کوئی یہودی اُس وقت اپنی جان نہیں بچا سکے گا۔ اُس وقت شجر حجرب بھی یہ کہیں گے ہلا بھڑی دسرا لئی فاقتلہ یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اس کو قتل کیجیے۔ صلیب کو توڑیں گے جس سے نصاریٰ کی اصلاح مقصود ہوگی۔ یہود حضرت عیسیٰ کی نبوت و رسالت پر ایمان لائیں گے اور نصاریٰ ان کی الوہیت اور انبیت سے تائب ہو کر ان کے عبد اور رسول اللہ ہونے کا اقرار اور اعتراف کریں گے اور اہل اسلام اس وقت اپنی آنکھوں سے ان تمام چیزوں کا مشاہدہ کریں گے کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق قرآن اور حدیث میں مذکور ہیں اور بے ساختہ ان کی زبانوں سے یہ نکلے گا۔

هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ
وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ
وَرَسُولُهُ
یہی ہے وہ کہ جس کا اللہ اور اس کے
رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ اور ہے
شک اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا

اور اہل اسلام کے ایمان اور تسلیم میں اور زیادتی ہوگی اور مَآزِ اَدھَمُ اَکْثَرُ اَیْمَانًا وَتَسْلِيمًا کے مصداق ہوں گے۔ اور اب تک تو نزول عیسیٰ بن مریم اور قتل دجال وغیرہ پر ایمان بالغیب تھا لیکن اب مشاہدہ کے بعد ایمان شہودی ہو جائے گا کہ جس میں ارتداد کا اندیشہ نہ رہے گا۔ غرض یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے تمام اختلافات ختم ہو جائیں گے اور دوسرے زمین پر کوئی دین سوائے دین اسلام کے باقی نہ رہے گا۔ اس طرح یہ فیصلہ کا وعدہ بھی پورا ہو جائے گا۔

توفی کی دوسری نوع

اور اگر اس آیت میں توفی کی دوسری نوع یعنی نوم (نیند) مراد لی جائے تب بھی مرزا صاحب کے لیے مفید نہیں کیونکہ اس صورت میں مُتَوَفِّیْکَ معنی ہیں غیمک کے ہوگا اور آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اے عیسیٰ میں تجکو سلاؤں گا اور سونے کی حالت میں تجکو آسمان پر اٹھاؤں گا۔ جیسا کہ تفسیر ابن جریر اور معالم التنزیل میں ربیع بن انس سے منقول ہے:-

قال الربیع بن انس المراد بالتوفی النوم وكان عیسیٰ علیہ السلام قد صا فر فعہ اللہ نائمًا الی السماء معناه انی منیمک واسر فعلک الی کما قال تعالیٰ وَهُوَ الَّذِی یَتَوَفَّیْکُمْ بِاللَّیْلِ اِیٰ بِنِیمَکُمْ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

ربیع بن انس کہتے ہیں کہ آیت میں توفی سے نوم یعنی نیند مراد ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی حالت میں آسمان پر اٹھایا اور آیت کے یہ معنی ہیں کہ اے عیسیٰ میں تجکو سلاؤں گا اور اسی حالت میں تجکو اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد..... وَهُوَ الَّذِی یَتَوَفَّیْکُمْ بِاللَّیْلِ (وہی ہے کہ جو تم کو رات میں سلاتا ہے) میں توفی سے نوم مراد ہے۔

لیکن توفی معنی نوم سے بھی مرزا صاحب کی تمنا اور آرزو پوری نہیں ہوتی۔ کیونکہ نیند کی حالت میں آدمی زندہ رہتا ہے مرتا نہیں۔

توفی کی تیسری نوع

یعنی موت

اور اگر اس آیت میں توفی سے اس کی تیسری نوع مراد لی جائے جیسا کہ علی بن طلحہ حضرت ابن عباسؓ سے متوفیک کی تفسیر ممیتک کے ساتھ روایت کرتے ہیں تب بھی مرزا صاحب کا مدعا وفات قبل النزول حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ امام بغوی فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ کے اس قول کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک مطلب تو وہ ہے کہ جو وہب بن منبہ اور محمد بن اسحق سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاً حضرت عیسیٰ کو وفات دی اور پھر کچھ دیر کے بعد ان کو زندہ کر کے آسمان پر اٹھایا۔ وہب یہ کہتے ہیں کہ دن کی تین ساعت مردہ رکھا اور پھر زندہ کر کے اٹھایا۔ اور محمد بن اسحق یہ کہتے ہیں کہ دن کی سات ساعت مردہ رکھا اور پھر زندہ کر کے اٹھایا۔ غرض یہ کہ اگر توفی بمعنی موت تین ساعت یا سات ساعت کے یہ پیش بھی آئی تو اس کے بعد دوبارہ زندگی اور دفع الی السماء بھی واقع ہوا ہے اور مرزا صاحب اس کے قائل نہیں۔

دوسرا مطلب

ابن عباسؓ کے اس قول کا دوسرا مطلب ہے کہ خود ابن عباسؓ کے

مشاگرد خاص یعنی ضحاک سے منقول ہے کہ آیت میں تقدیم و تاخیر ہے جیسا کہ شیخ جلال الدین سیوطی تفسیر و روشنی میں فرماتے ہیں :-

اخبرنا اسحاق بن بشر و ابن	ضحاک کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ
عساكر من طريق جوهر	مَتَوَفِّيكَ وَتَرَا فِعْلَكَ کی تفسیر
عن الضحاك عن ابن عباس	ہیں یہ فرماتے تھے کہ حضرت
فی قوله تعالى انی متوفیک و	مسیح کا رفع مقدم ہے اور ان
مرافعك الی یعنی رافعك ثم	کی وفات اخیر زمانہ میں
متوفیک فی آخر الزمان	ہوگی۔

در منشور ۳۶ ج ۲

پس اگر ابن عباسؓ سے متوفیک کی تفسیر میتک سے مروی ہے تو ان سے تقدیم و تاخیر بھی مروی ہے۔ لہذا ابن عباسؓ کے نصف قول کو جو اپنی ہوائے نفسانی اور غرض کے موافق ہوا سے لینا اور محبت قرار دینا اور دوسرے نصف کو جو ان کی غرض کے مخالف ہوا اس سے گریز کرنا یہ ایسا ہی ہے جیسے تارک نماز کا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ سے محبت پکڑنا اور اَنْتُمْ سَکَاةٌ سے آنکھیں بند کر لینا، نصف قول کو ماننا اور نصف قول سے قطع نظر کر لینا یہ نصف الاثمی اور نصف البصیری کا کام ہے۔

علاوہ ازیں ابن عباسؓ سے متوفیک کی تفسیر جو میتک مروی ہے اس کا راوی علی بن طلحہ ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ راوی ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔ علی بن طلحہ نے ابن عباسؓ سے نہ کچھ سنا ہے اور نہ ان کو

دیکھا ہے۔ لہذا علی بن طلحہ کی روایت ضعیف بھی ہے اور منقطع بھی ہے جو محبت نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے برعکس ابن عباس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحیح و سالم زندہ آسمان پر اٹھایا جانا یا سانبید صحیحہ اور حیدہ منقول ہے۔ تعجب اور سخت تعجب ہے کہ ابن عباسؓ کی وہ تفسیر کہ جس کی سند ضعیف اور منکر اور غیر معتبر ہو وہ تو مرزائیوں کے نزدیک معتبر ہو جائے اور ابن عباسؓ کی وہ تفسیر جو اسانبید صحیحہ اور حیدہ اور روایات معتبرہ سے منقول ہے وہ مرزا صاحب کی نزدیک قابل قبول نہ ہو۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حضرت

عباس بن عباسؓ کی تصریحات

(۱) تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر اور فتح الباری کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ ابن عباسؓ کے نزدیک **وَرَأَى مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ** میں قبل موت کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے یعنی قبل موت عیسیٰ اور اسی پر ابن عباسؓ کو جزم اور یقین تھا علامہ آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں:-

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر موت اور بغیر منہ کے زندہ آسمان پر

والصحيح كما قال القرطبي ان الله تعالى رفعه من غير وفاة ولا نوم وهو الراية

الصحيحين عن ابن عباس - آة
 مخرج المعاني
 اٹھایا اور ابن عباس کا صحیح قول یہ ہے -

امام قرطبی کے کلام کا صاف مطلب یہی ہے کہ ابن عباس سے صحیح روایت یہی ہے کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھایے گئے اور اس کے خلاف جو روایت ہے وہ ضعیف سے قابل اعتبار نہیں۔

قال الحافظ عماد الدین بن کثیر
 عن ابن عباس قال لما اسراد
 الله ان يرفع عيسى الى السماء
 الى ان قال وصرع عيسى من
 سرور في البيت الى السماء
 قال وجاء الطلب من اليهود
 فاحذوا والشبه فقتلوه ثم
 صلبوه وهذا السناد صحيح الى
 ابن عباس
 حافظ عماد الدین بن کثیر اپنی تفسیر میں
 فرماتے ہیں کہ ابن عباس فرماتے ہیں ،
 جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ فرمایا تو ایک
 شخص پر ان کی شباهت ڈال دی گئی
 اور وہ قتل کر دیا گیا اور عیسیٰ علیہ السلام
 مکان کے روشن دان سے آسمان پر اٹھا لیے
 گئے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ ابن عباس کے
 اس اثر کی سند صحیح ہے۔

تفسیر ابن کثیر ج ۳

(۳) اور تفسیر فتح البیان ص ۳۴۲ ج ۲ پر ہے کہ حافظ ابن کثیر نے
 سچ کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ بے شک اس کے راوی بخاری کے
 راوی ہیں۔

علامہ آلوسی نے وَمَكْرُؤًا وَمَكْرًا لِلَّهِ کی تفسیر میں ابن عباس کا قول

نقل کیا کہ مکرانہ سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص پر عیسیٰ علیہ السلام کی شبابہت
ڈال دی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا۔ روح المعانی ج ۱۵
(۴) تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر میں ابن عباس سے مروی ہے کہ
وَلَا تَكُنَّ تَعْلَمُ تِلْكَ السَّاعَةَ سے نزول عیسیٰ علیہ السلام مراد ہے۔

(۵) محمد بن سعد نے طبقات کبریٰ میں ج ۱ پر ابن عباس کا ایک
اثر نقل کیا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور مدفع الی السمار کے
بارے میں نص صریح ہے ہم اس کو ہدیہ ناظرین کرتے ہیں وہ ہوا۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام
اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیانی زمانہ
انیس سو سال ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ
السلام کے زمانہ جس وقت اٹھائے
گئے تو ان کی عمر شریف ۳۲ سال
اور چھ ماہ کی تھی اور زمانہ نبوت تیس
ماہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کو ان کے جسم سمیت
اٹھایا اور ان کا لیکہ وہ زندہ تھے اور آئندہ
زمانہ میں پھر وہ دنیا کی طرف واپس
آئیں گے اور بادشاہ ہوں گے۔ اور
پھر چند روز بعد وفات پائیں گے۔

اخبرنا هشام بن محمد بن
السائب عن ابيه عن ابی
صالح عن ابن عباس قال
كان بين موسى بن عمران
وعيسى بن مريم الف سنة
وتسعمائة الى ان قال وان
عيسى صلى الله عليه وسلم
حين رفع كان ابن اثنتين
وثلاثين سنة وستة اشهر
وكانت نبوته ثلاثين
شهرا وان الله رفعه مجده
وانه حي الان وسيرجع

الی الدنیا فیکون ملکاً شہ
 یموت کما یموت الناس کلہ
 جیسے اور لوگ وفات پاتے ہیں۔
 طبقات کبریٰ ملتجیحاً مطبوعہ
 بیدن (برمنی)

حضرت ابن عباسؓ کے اس قول سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع
 الی السماء اور دوبارہ نزول صراحتہ معلوم ہو گیا۔ اس روایت میں ابن عباس
 نے سیرجج الی الدنیا کا لفظ استعمال فرمایا جو جمع سے مشتق جس کے معنی
 واپسی کے ہیں یعنی جس طرح جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر گئے تھے اسی جسم
 کے ساتھ اسی طرح دوبارہ واپسی اور شریعت اوری ہوگی۔ خود نفس
 نفس وہ دنیا میں واپس شریعت لائیں گے کوئی اُن کا مثل اور شبیہ
 نہیں آئے گا۔

خلاصہ کلام

یہ کہ اگر ابن عباسؓ سے متوفیک کی تفسیر میتک کے ساتھ منقول ہے
 تو ان سے تقدیم و تاخیر بھی منقول ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا اسی جسم عنصری
 کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھایا جاتا اور پھر قیامت کے قریب ان کا آسمان
 سے نازل ہونا یہ بھی ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

مرزا صاحب کو چاہیے کہ ابن عباسؓ کے ان اقوال صریحہ کو بھی تسلیم کریں۔
 حالانکہ ان اقوال کی اسانید نہایت صحیح اور قوی ہیں اور متوفیک کی تفسیر جو
 میتک سے مروی ہے اس کی سند ضعیف ہے۔

جواب دیگر

اور اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ متوفیک کی تفسیر میت تک کے ساتھ صحیح ہے تو یہ کہیں گے کہ مرزا صاحب ازالۃ اللادام کے ص ۴۳ پر لکھتے ہیں کہ امانت کے حقیقی معنی صرف مارنا اور موت دینا نہیں بلکہ سلانا اور بہوش کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ انتہی کلامہ

مرزا صاحب اس عبارت میں فقط اس امر کے مدعی نہیں کہ امانت کے معنی کبھی سلانے کے بھی آجاتے ہیں بلکہ اس کے مدعی ہیں کہ جس طرح مارنا اور موت دینا امانت کے حقیقی معنی ہیں اسی طرح سلانا اور بہوش کرنا بھی امانت کے حقیقی معنی ہیں۔ لہذا جب مرزا صاحب کے نزدیک امانت کے حقیقی معنی سلانے کے بھی ہیں تو ابن عباس کی تفسیر میت تک میں اگر امانت سے سلانے کے معنی مراد لیے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لیے کہ مرزا صاحب کے نزدیک یہ معنی بھی حقیقی ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی کی حالت میں آسمان پر اٹھائے گئے۔ جیسا کہ ربیع سے منقول ہے اور حدیث میں بھی امانت بمعنی امانت یعنی سلانے کے معنی میں آیا ہے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماننا والیہ النشور

اقوال مفسرین

گذشتہ تفصیل کے بعد اب کسی مزید توضیح کی ضرورت نہیں۔ مگر چونکہ تونی

کے استعمالات مختلف ہیں اس لیے حضرات مفسرین سے اس آیت کی توجہات منقول ہیں ہم ان توجہات کو نقل کر کے یہ بتلانا اور دکھانا چاہتے ہیں کہ تمام مفسرین سلف اور خلف اس پر متفق ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مجید الحضری زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ آیت شریفی کی توجہات اور تفسیری تعبیرات میں اگرچہ بظاہر اختلاف ہے لیکن رفع الی السماء پر سب متفق ہیں اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

عبارت تینا فستی وحسنک واحد

وکل الی ذاک اجمال یُشیر

ہماری تفسیرات مختلف ہیں اور تیرا حسن ایک ہے سب کا اشارہ اسی

اسی ایک حسن کی طرف ہے

قول اول

توفی سے استیفاء اور استکمال کے معنی مراد ہیں اور استیفاء اور استکمال سے عمر کا اتمام مراد ہے۔ اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے عیسیٰ تم دشمنوں کو گھبراؤ نہیں یہ قتل اور صلب سے تمہاری عمر ختم کرنا چاہتے ہیں یہ سب ناکام رہیں گے۔ میں تمہاری عمر پوری کروں گا اور اس وقت میں تم کو آسمان پر اٹھاؤں گا چنانچہ امام رازی فرماتے ہیں :-

الاول معنی قوله انی متوفیک

انی متوفیک کے معنی یہ ہیں کہ اے

ای الی مقیم عمرک فحینئذ

عیسیٰ میں تیری عمر پوری کروں گا۔ کوئی شخص

تجکو قتل کر کے تیری عمر قطع نہیں کر سکتا۔
 میں تجکو تیرے دشمنوں کے ہاتھ میں نہیں
 چھوڑوں گا کہ وہ تجکو قتل کر سکیں بلکہ
 میں تجکو آسمان پر اٹھاؤں گا اور اپنے
 فرشتوں میں رکھوں گا۔ امام رازی فرماتے
 ہیں کہ یہ معنی نہایت عمدہ ہیں۔

اتوفاك فلا اتركهم
 حتى يقتلوك بل انا
 سرافعك الى السماء ومقربك
 بملائكتي واصونك
 عن ان يتمكنوا من
 قتلك وهذا تاويل حسن

تفسیر کبیر ص ۲۸ ج ۲

اور اسی معنی کو علامہ زنجشیری نے تفسیر کشاف میں ذکر کیا ہے اور اس معنی کو
 کلام اپنے حال پر ہے۔ کلام میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں۔ تو فی کے معنی اتمام عمر کے
 ہیں جو ابتداء کے عمر سے لے کر اخیر عمر تک صادق ہیں اسی درمیان میں رفع الی السماء
 ہوا اور اسی درمیان میں نزول ہوگا اور وقت پر وفات ہوگی۔ اس طرح عمر شریف
 پوری ہوگی۔

ع قال الزنجشیری الی متوفیک ای مستوفی اجلک ومعناه او عاصمک من
 ان یقتلک الکفار مؤخرک الی اجل کتبتک وممیتک حتف انفک لا
 قتلا باید یحمر اه ففسرہ بمادة من باب الاستفعال وقوله ومعناه الخیرین
 حاصل المقام وما جرى فی سلسلة الواقعة لا تفسیر لفظیاً فانه مرص
 فی بعد ولعمیرہ ان ین ین تفسیرہ ابتداء حیث قال وممیتک فی قتک
 بعد النزول من السماء وسرافعک الان - وقد عدل الله عن لفظ الامانة
 لزيادة وواجبه عیسیٰ به فی مقابلة اليهود هل ذکر التنازل (بقیہ بر)

قول دوم

توفی سے قبض من الارض کے معنی مراد ہیں۔ یعنی اسے عیسیٰ میں تم کو ان کافروں سے چھین کر پورا پورا اپنے قبضہ میں لے لوں گا جیسا کہ امام رازی قدس سرہ فرماتے ہیں :-

ان التوفی هو القبض	یعنی توفی کے معنی کسی شے پر پوری طرح
یقال دفانی فیلان	قبضہ کر لینے کے ہیں جیسا کہ کہا جاتا
دراہمی و اوفیتہا کما	ہے کہ فلاں شخص نے میرے پورے
یقال سلم فلان الی	روپے دیدیے۔ اور میں نے اپنے
دراہمی و تسلمتہا	پورے روپے اُس سے وصول کر لیے۔
تفسیر کبیر ص ۲۸۱ ج ۲	

آیت کے یہ معنی حسن بصری اور مطرود راق اور ابن جریر اور محمد بن حنفیہ بن زبیر سے منقول ہیں۔ اور امام ابن جریر طبری نے اسی معنی کو اختیار فرمایا ہے۔ اس معنی کو بھی آیت میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں۔ قول اول اور قول ثانی دونوں قولوں میں توفی کے معنی استیفاء اور استکمال ہی کے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ پہلے قول میں استیفاء سے اجل اور عمر کا اتمام اور اکمال مراد لیا گیا۔ اور دوسرے قول میں ایک شخص اور ایک ذات کا پورا پورا قبضہ میں لینا مراد لیا۔

والاستیفاء ثم لیجری ما یجری کل شیء مستکمل مداة العمر۔ و

مودا اذا انتہی اجلہ ۱۲ مشکلات القرآن ص ۱۳۲

جیسا ہے۔ ایک جگہ استیفاء اجل ہے اور ایک جگہ استیفاء شخص اور استیفاء قبضہ ہے۔

قول سوم

توفی کے معنی اخذ اشیء و انیاء کے ہیں یعنی کسی شے کو پورا پورا لے لینا۔ اور اس جگہ عیسیٰ علیہ السلام کو روح اور جسم دونوں کے ساتھ لے لینا مراد ہے۔ جیسا کہ امام رازی فرماتے ہیں:-

توفی کے معنی کسی شے کو پورا پورا اور مجموعہ اجزائے لے لینے کے ہیں۔ چونکہ حق تعالیٰ کو معلوم تھا کہ بعض لوگوں کے ذہن میں یہ وسوسہ گزرے گا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی صرف روح کو اٹھایا اس لیے متوفیک کا لفظ فسرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام روح اور جسم سمیت آسمان پر اٹھائے گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے وَمَا يَضُرُّكَ شَيْءٌ تَمَّ كُفْرُهُ بَلَدُهُ فَرَّغَتْ مِنْهُ نَارُ جَهَنَّمَ كَمَا تَبْغِي سَائِرَ الْبُلَدِ يَوْمَ تُدْخَلُ السَّجْدُوتُ عَلَيْهَا خُشَعًا طَائِفًا لِّمِثْقَلِ ذَرَّةٍ مِّنْ عَذَابِ اللَّهِ الَّذِي هُوَ أَلِيمٌ خَبِيرٌ

ان التوفی اخذ اشیء و انیاء ولما علم الله تعالی ان من الناس من یخطر بباله ان النبی رفعه الله هو روحه لا جسده لا ذکر هذا الکلام لبدل علی انه علیه الصلوة والسلام رفعه بتمامه الی السماء بروحه وبجسده ویدل علی صحة هذا التاریل قوله تعالی وما یضرک من شیء

تفسیر کبیر ص ۲۸ ج ۲

قول چہم

توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں یعنی سلا کر تم کو اپنی طرف اٹھاؤں گا کہ تم کو
خبر بھی نہ ہو کہ کیا ہوا اور آسمان اور فرشتوں ہی میں جا کر آنکھ کھلے گی۔ یہ قول ربیع بن
انس سے مروی ہے۔

قال الربیع بن انس المراد
بالتوفی النوم وكان عیسیٰ
علیہ السلام قد نام فرفعه
الله ناماً الى السماء معناه
منیمت ورافعك الى كما
قال تعالى وهو الذی
یتورک باللیل

ربیع بن انس کہتے ہیں کہ توفی سے نوم
یعنی نیند کے معنی مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سونے کی
حالت میں آسمان پر اٹھایا جیسا کہ
هُوَ الَّذِی یَتَوَرَّکُمْ بِاللَّیْلِ اِس
آیت میں توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں
تفسیر درنثور ص ۳۱۶ و معالم التنزیل و
تفسیر کبیر وغیرہ وغیرہ۔

قول پنجم

توفی سے موت کے معنی مراد ہیں جیسا کہ علی بن ابی طلحہ ابن عباس رضی اللہ
عنہ سے توفیک کے معنی میت تک روایت کرتے ہیں۔
امام بغوی معالم التنزیل میں فرماتے ہیں کہ ابن عباس کی اس روایت کے
وہ مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو چند ساعت مردہ رکھا

اور پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھایا جیسا کہ محمد بن اسحق اور وہب سے منقول ہے۔ اس
قول پر آیت میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں،

دوسرا مطلب وہ ہے جو ضحاک سے مروی ہے وہ یہ کہ آیت میں تقدیم و
تاخیر ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ :-

انی متوفیت بعد انزالک
من السماء
میں تجکو آسمان سے اترنے کے بعد
موت دوں گا۔

کیا تقدیم و تاخیر تحریف ہے؟

مرزا صاحب ازالۃ الاولیاء ص ۲۲ ج ۲ و ص ۲۶ ج ۱ میں لکھتے ہیں۔
اگر کوئی کہے کہ رافع مقدم اور متونیک موخر ہے سو ان یہودیوں کی طرح
تحریف ہے کہ جن پر بوجہ تحریف کے لعنت ہو چکی ہے۔ انتہی۔

جواب

تقدیم و تاخیر نہ قواعد عربیت کے خلاف ہے اور نہ فصاحت و بلاغت
میں خلل ہے بلکہ سب اوقات میں فصاحت اور عین بلاغت ہے۔ فصحا اور
بلغاء کے کلام میں شائع اور ذائع ہے۔ امام رازی قدس الشرحہ
فرماتے ہیں :-

ومثلہ من التقدیم و
ابن عباس کی تفسیر میں جو تقدیم و تاخیر

التاخير كثير في القرآن .
تفسير كبير ص ۲۸۱ ج ۲

آئی ہے اس قسم کی تقدیم و تاخیر قرآن
کریم میں کثیر ہے۔

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-
قال جماعة من اهل المعاني
منهم الضحاك والفراء في
قوله تعالى اني متوفيت و
سرافعت الى علي التقدير
والتاخير لان الواو لا توجب
الترتبة والمعنى اني سرافعت
الى ومطهرتك من الذين
كفروا ومتوفيت بعد ان
تنزل من السماء وقوله تعالى
ولولا كلمة سبقت من
ربك لكان لزاما واجل
مسمى والتقدير ولولا كلمة
سبقت من ربك واجل

اہل علم کی ایک جماعت جن میں ضحاک
اور فراء بھی ہیں یہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے
اس قول اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافَعْتُکَ
مَآئِیْ میں تقدیم و تاخیر ہے اور اس میں کوئی
عرج اور مضائقہ نہیں۔ اس لیے کہ واو
ترتیب کو مقتضی نہیں اور معنی آیت کے
اس طرح ہیں کہ اس وقت نہ رفع ہوگا اور
تو فی یعنی وفات بعد نزل کے ہوگی۔ اور
تقدیم و تاخیر کے نظام قرآن کریم میں موجود
ہیں جیسا کہ وَلَوْلَا کَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ
رَّبِّکَ لَکَانَ لِزَامًا وَّاجِلٌ مُّسَمًّى
اس آیت میں بھی تقدیم و تاخیر ہے۔ اس
تقدیر عبارت اس طرح ہے وَلَوْلَا کَلِمَةٌ

وفي الكشاف وقيل متوفى نفست بالنوم من قوله والتي لم تمت في
منامها ورافعت وانت نائم حتى لا يلحقك خوف تستقيط وانت في السماء
امن مقرب ۱۱ کشاف ص ۳ ج ۱

مسیحی لکان لزاما

قال الشاعر ۵

الایا مخلت من ذات عرق
علیک ورحمة السلام

تفسیر قرطبی

ملک ج ۲

سبق من ربت واجل مسیحی یعنی

وآجل مسیحی کا عطف کلمہ پر ہے اور لکان

لزاماً دونوں ہی کی خبر ہے۔ شاعر کہتا ہے

اے مقام نخلہ تجھ پر اللہ کی رحمت اور سلام ہو

اس شعر میں تقدیم و تاخیر ہے کہ السلام مؤخر ہے

کہ جو معطوف علیہ ہے اور رحمة اللہ مقدم

ہے جو معطوف ہے۔ قاعدہ کا مقتضی یہ ہے کہ

معطوف علیہ مقدم ہو اور معطوف مؤخر ہو

اور شعر میں معطوف یعنی رحمة اللہ مقدم

ہے اور معطوف علیہ یعنی السلام مؤخر ہے

تفسیر قرطبی

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس قول

مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ

وَنَحْيَىٰ میں تقدیم و تاخیر ہے اصل کلام

نَحْيَىٰ وَنَمُوتُ ہے اس لیے کہ حیات مقدم

ہے اور موت اس کے بعد ہے۔ مگر آیت

میں موت مقدم ہے اور نَحْيَىٰ مؤخر

ہے۔

وقال تعالى ما هي

إلا حياتنا الدنيا

نموت ونحیی فقالت

طائفة هو مقدم و

مؤخر ومعناه نحیی

و نموت الخ

لسان العرب

ملک ۱۳۲ ج ۸

وقال تعالى حتى
تستأنسوا وتسلموا قال
الفراء هذا مقدم
وموخر انما هي حتى
تسلموا وتستأنسوا
السلام عليكم وادخل
لسان العرب
مثلاً ج ٤

بنی اسرائیل میں جو قتل کا واقعہ پیش آیا، قرآن کریم میں اس واقعہ کو د
لِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّٰرَءُتُمْ عَنْهَا لَكُمْ فِيهَا دَرَسٌ كَثِيرٌ لِّكُم مِّنْهَا وَلَئِن لَّمْ تَعْلَمُوا
جوا حکام صائد ہوئے اُن کو پہلے بیان فرمایا۔ کما قال تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ يَٰٓاَهْلَ الْکُتُبِ
اَنْ تَتَذَكَّرُوْا بِالَّذِيْ اَنْزَلْنٰ اِلَيْکُمْ الْکِتٰبَ فَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور قرآن کریم میں واقعات کو بکثرت مقدم
و موخر بیان کیا گیا ہے۔

كما قال ابو حيان وقال بعض الناس التقديم والتاخير
حسن لان ذلك موجود في القران في الجملة وفي
الكلمات وفي كلام العرب واورد من ذلك
جملا من ذلك قصة نوح عليه السلام في اهلاك
قومه وقوله وقال اركبوا في حكم من مات عنها
زوجها بالتريص بالاسر بعة الشهر ومبتاع الى الحول

اذ النسخ مقدم ومنسوخ ومتاخر۔

لذا فی البحر المحیط ص ۲۵۹ ج ۱

بطور نمونہ چند آیات پر اکتفا کیا ورنہ قرآن کریم ہی میں تقدیم و تاخیر کے صدمہ نظر نہ موجود ہیں اور حدیث میں تو کوئی شمار نہیں۔ غرض یہ کہ تقدیم و تاخیر تحریف تو کیا ہوتی فصاحت و بلاغت کے بھی خلاف نہیں اور آیت تو فی میں تقدیم و تاخیر خود ابن عباس سے مروی ہے جیسا کہ تفسیر درمنثور میں مذکور ہے۔

مرزا صاحب بھی تقدیم و تاخیر کے قائل ہیں

مرزا صاحب مسیح ہندوستان کے ۱۸۵۷ء پر لکھتے ہیں ”اور مطہر کی پیشین گوئی میں یہ اشارہ ہے کہ ایک زمانہ آتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان الزاموں سے مسیح کو پاک کرے گا اور وہ زمانہ یہی ہے“ (یعنی مرزا جی کا زمانہ) اہ۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت مسیح سے جو تطہیر کا وعدہ تھا وہ مرزا جی کے زمانہ میں پورا ہوا اور بحال اَلْكَذٰبِيْنَ اَتَّبَعُوْكَ یعنی متبعین کے غالب کرنے کا وعدہ اس وعدہ سے بہت پہلے پورا ہو چکا ہے۔ اس لیے کہ واقعہ صلیب کے تین سو سال بعد عیسائیوں کی سلطنت قائم ہو گئی تھی اور متبعین کے غلبہ کا وعدہ پورا ہو گیا تھا۔ لہذا مرزا جی کے قول پر آیت میں تقدیم و

تاخیر لازم آئی۔ اس لیے کہ متبعین کے غالب کرنے کا وعدہ جو آیت میں وعدہ
تطہیر کے بعد مذکور ہے وہ تو پہلے پورا ہوا اور وعدہ تطہیر جو پہلے مذکور ہے وہ
مرزا جی کے زمانہ میں انیس سو سال کے بعد پورا ہوا۔

فائدہ متعلقہ بابت مائدہ

جب یہ ثابت ہو گیا کہ تونی کے حقیقی معنی استیفاء اور استکمال اور
اخذ الشئ وافیاً (یعنی کسی شے کو پورا پورا لینے کے ہیں) اور اِنِّی مُتَوَقِّئُکَ
وَسَرَّافِعُکَ اِلَیَّ میں تونی سے موت کے معنی مراد نہیں بلکہ تونی سے رفع
آسمانی مراد ہے۔ تو اسی طرح سورہ مائدہ کی آیت تونی کو سمجھیے کہ وہاں بھی
تونی سے رفع الی السماء ہی مراد ہے اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے معنی فَلَمَّا
رَفَعْتَنِي اِلَی السَّمَاء کے ہیں۔ چنانچہ تمام معتبر تفاسیر میں تَوَفَّيْتَنِي
کی تفسیر سرفعتنی کے ساتھ مذکور ہے۔ چند تفاسیر کے حوالہ پر اکتفا
کرتے ہیں۔

جیسا کہ تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر اور درمنثور میں ہے۔ امام راوی تفسیر
کبیر ص ۷۰ ج ۳ میں لکھتے ہیں فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي المراد بوفاة السرفح
الی السماء لہ اور تفسیر ابو السعود ص ۱۰ ج ۳ وسرافعلت الی فان
التونی اخذ الشئ وافیاً اور اسی طرح تفسیر بیضاوی ص ۱ اور معالم
التنزیل ص ۱ ج ۱ اور مدارک التنزیل ص ۲۲ ج ۱ اور تفسیر فائز ص ۱۰

و تفسیر روح المعانی م۔

الغرض ان تمام تفاسیر میں صراحت اس کی تصریح ہے کہ ثونی سے رفع الی
السماء مراد ہے۔ اور بالفرض اگر تسلیم کر لیا جائے کہ آیت ماندہ میں ثونی سے کنایت
موت مراد لی گئی ہے تب بھی مرزا صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لیے
کہ اس آیت میں اُس وفات کا ذکر ہے جو بعد از نزول قیامت سے پہلے
ہوگی۔ کیونکہ آیت کا تمام سیاق و سباق اس بات پر شاہد ہے کہ یہ تمام
واقعہ کوئی گزشتہ واقعہ نہیں بلکہ مستقبل یعنی قیامت کا واقعہ ہے اور قیامت
سے پہلے ہم بھی وفات مسیح کے قائل ہیں جیسا کہ یَوْمَ يَجْعَلُ اللَّهُ الشُّرُكُ
الْأَوْ هَذَا يَوْمَ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ اور وَ لِيَوْمَ
الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا اہ سے صاف ظاہر ہے۔ تفسیر درمنثور
ص ۳۲۹ ج ۲ میں ہے:-

اخرج عبد الرزاق وابن ابی حاتم عن قتادة في قوله
وَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوا لِي آلِهَةً مِّنْ
دُونِ اللَّهِ مَتَى يَكُونُ ذَلِكَ قَالَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَكَلْتَنِي
أَنْ يَقُولَ يَوْمَ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ۔

ترجمہ:- عبد الرزاق اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے نقل کیا کہ قتادہ
سے وَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوا لِي آلِهَةً مِّنْ دُونِ اللَّهِ کے متعلق دریافت کیا
گیا کہ یہ واقعہ کب ہوگا؟ تو یہ فرمایا کہ قیامت کے دن ہوگا، جیسا کہ هَذَا
يَوْمَ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ سے صاف معلوم ہوتا ہے۔

بلکہ بعض مرفوع احادیث میں بھی اس کی تصریح موجود ہے کہ یہ واقعہ قیامت کا ہے۔

سروی ابن عساکر عن ابی موسیٰ الاشعری قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم
القیمة یدعی بالانبیاء واماہم ثم یدعی بعیسی
فیذکرہ نعمتہ علیہ فیقر بہا فیقول بعیسی اذکر
نعمتی علیک وعلی والدتک الآیۃ ثم یقول انت
قلت للناس اتخذونی واهی الہین من دون
اللہ۔ فینکuran یكون قال ذلک الحدیث

تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۱ ج ۳

ترجمہ :- ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن انبیاء اور ان کی امتوں کو بلایا جائے گا۔ پھر
حضرت عیسیٰ کو بلایا جائے گا۔ حق تعالیٰ حضرت عیسیٰ کو اپنے قریب بلا کر یہ فرمائیں
گے کہ تم ہی نے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بناؤ۔ عیسیٰ علیہ السلام انکار فرمائیں
گے کہ معاذ اللہ میں نے سرگز نہیں کہا۔

واخرجه ابن مردویۃ عن جابر عبد اللہ انہ سمع
النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا کان یوم القیمة
جمعت الامم ودعا کل اناس بامامہم قال و
یدعی عیسیٰ فیقول بعیسی یعیسی انت قلت للناس

اتخذونی داعی الہین من دون اللہ۔ فیقول
 سبحانک ما یكون لی ان اقول ما لیس لی بحق
 الی قولہ یوم یضع الصداقین۔ تفسیر درمنثور ج ۲
 اس حدیث شریف کا ترجمہ تقریباً وی ہے جو کہ پہلی حدیث کا ہے۔ ابو
 موسیٰ اشعری کی حدیث کی طرح جابر بن عبد اللہ کی اس روایت میں بھی اس
 امر کی تصریح موجود ہے کہ قیامت کے دن علی علیہ السلام سے یہ دریافت
 کیا جائے گا۔

مرزا جی جس موت کے مدعی ہیں وہ کسی لفظ سے بھی ثابت نہیں ہوتی
 مرزا جی کا دعویٰ تو یہ ہے کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد شیر تشریف
 لے گئے اور ستاسی سال زندہ رہ کر شہر سری نگر کے محلہ خان یار میں مدفون ہوئے
 یہ نہ کسی حدیث سے ثابت ہے نہ کسی حدیث سے۔ اور نہ کسی صحابی اور تابعی
 بلکہ کسی معتبر عالم کے قول سے بھی ثابت نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بھی اسی کنہیا لال
 اور مراری لال اندر روشن لال سے منقول ہو کہ جنہوں نے کریم بخش کے عبادت
 ہونے کی گواہی دی ہے۔

مرزا جی ازالۃ الاہام ص ۷۸ میں لکھتے ہیں کہ کریم بخش روایت کرتے
 ہیں کہ گلاب شاہ مجذوب نے بیس برس پہلے مجھ کو کہا کہ اب علیٰ جو ان
 ہو گیا ہے اور لدھیانہ میں آکر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔ پھر کریم بخش کی تبدیل
 بست سے گواہوں سے کی گئی جن میں خیراتی بوٹا، کنہیا لال، مراری لال، روشن
 لال، کنیشاں وغیرہ ہیں۔ اور گواہی یہ ہے کہ کریم بخش کا جھوٹ کبھی ثابت

نہیں ہوا۔ انتہی الکلام المرزا الغلام

ائمہ حدیث جب کسی راوی کی توثیق اور تعدیل نقل کرتے ہیں تو احمد بن حنبل اور یحییٰ بن یحییٰ کا نام مبارک پیش کر دیتے ہیں۔ مرزا جی کو جب کریم بخش کی روایت کی تعدیل کی ضرورت پیش آئی تو کنہیا لال اور مراری لال کی تعدیل پیش کی۔ ناظرین کرام تعجب نہ فرمائیں۔ نئی کاذب کے سلسلہ روایت کے لیے کنہیا لال اور مراری لال ہی جیسے راوی مناسب اور ضروری ہیں۔ مرزا جی بھی معذور ہیں اپنی مسیحیت کی گواہی میں آخر کس کو پیش کریں؟ حضرات محدثین کے نزدیک مالک عن نافع عن ابن عمر یہ سلسلہ الذہب کے نام سے موسوم ہے۔ یہ سلسلہ الذہب تو حضرات محدثین کا ہے۔ اور مرزا صاحب کا سلسلہ الذہب یہ ہے کہ جو حضرات ناظرین نے پڑھا۔ یعنی کنہیا لال اور مراری لال اور روشن لال۔

اے مرزا یو! تمہیں کیا ہوا؟ مالک اور نافع اور ابن عمر کی روایت تو تمہاری نظر میں غیر معتبر ہو گئی اور مرزا اور مراری لال اور کنہیا لال اور روشن لال کی اور اس قسم کے پاگل دہس لوگوں کی بگو اس معتبر ہو گئی۔ ہم بریں عقل و دانش بایہ گریست

ایک دم اور اس کا ازالہ

مرزا صاحب ازالہ الاولیٰ ص ۶۰۲ پر لکھتے ہیں:۔

”عجب ہے کہ اس قدر تاویلات رکینہ کرنے سے ذرا ہی نہیں شرم کرتے
 وہ نہیں سوچتے کہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے پہلے یہ آیت ہے وَرَآهُ
 قَالَ اللَّهُ يُعِيسِي ابْنِ مَرْيَمَ إِنَّكَ قُلْتَ يَلْتَأَسُ الْوَالِدُ
 ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اول اذ موجود ہے جو خاکہ
 واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول
 آیت زمانہ ماضی کا ہے۔ ایک قصہ تھا زمانہ استقبال کا۔ اور پھر ایسا ہی جو
 جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے ہے یعنی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي وہ بھی
 صیغہ ماضی ہے۔“ انتہی کلام الغلام۔

جواب

یہ ہے کہ مرزا جی اس کے بعد احکم بحکم ۲۲۔ مودعہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ
 طاعون کی پیشین گوئی کی نسبت لکھتے ہیں کہ ”مجھے خدا کی طرف سے
 وحی ہوئی :-

عفت للدیار محلها ومقامها

یعنی اس کا ایک حصہ مٹ جائے گا جو عمارتیں ہیں نابود ہو جائیں گی
 اس پر اعتراض ہوا کہ یہ مصرع بقید کاسہ اس نے گزشتہ زمانہ کی خبر دی ہے
 کہ خاص خاص مقام ویران ہو گئے۔

اس کا جواب خود یہ تحریر فرماتے ہیں کہ جس شخص نے کافیہ راہدایۃ النجوبی،

مع معلوم ہوتا ہے کہ مرزا جی نے کافیہ راہدایۃ النجوبی میں نہیں ہے۔ (بقیہ بر ص ۱۱۴)

پڑھی ہوگی وہ خوب جانتا ہے کہ ماضی مضارع کے معنی پر بھی آجاتی ہے بلکہ
ایسے مقامات میں جب کہ آنے والا واقعہ متکلم کی نگاہ میں یقینی الوقوع ہو مضارع
کو ماضی کے صیغہ پر لاتے ہیں تاکہ اس امر کا یقینی الوقوع ہونا ظاہر ہو جیسا کہ
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَنُفِخَ فِي الصُّورِ - وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسِي
بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوا مِنِّي وَآلِيَّ الْهَيْئَ
مِنْ دُونِ اللَّهِ ط - وَلَوْ تَرَى إِذْ وَقَفُوا عَلَى رَبِّهِمْ وَغِيره
اب معترض صاحب فرماتے ہیں کہ کیا قرآنی آیات ماضی کے صیغے ہیں یا مضارع
کے۔ اور اگر ماضی کے صیغے ہیں تو ان کے معنی اس جگہ مضارع کے ہیں یا ماضی
کے۔ جھوٹ بولنے کی سزا تو اس قدر کافی ہے کہ آپکا حملہ مستمیر ہے پر نہیں
بلکہ یہ تو قرآن پر بھی ہو گیا۔ گویا صرف و نحو آپ کو معلوم ہے خدا کو معلوم نہیں اس
وجہ سے خالی نے جا بجا غلطیاں کھائیں اور مضارع کی جگہ ماضی کو لکھ دیا۔ انتہی
الکلام المرزا الغلام۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ جس آیت پر یعنی إِذْ قَالَ اللَّهُ پر مشدود
سے یہ دعویٰ تھا کہ یہ قصہ ماضی ہے پھر اسی کی نسبت یہ دعویٰ کر دیا کہ مضارع
کے معنی میں ہے تاکہ پیشین گوئی غلط نہ ہونے پائے۔

اور عفت الدیاسر محلہا و مقام مہاجر جو اعتراض تھا اس سے
سبک دوش ہو جائیں۔ حالانکہ مرزا جی اول ہی بارہ ذرا بھی قرآن عزیز میں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کیا وہ شخص جو اپنے زعم میں تمام اولین اور آخرین سے علم میں بڑھا ہوا
ہو اس کو بھی کافیہ اور ہدایتہ النخویر پڑھنے کی ضرورت ہے ؟

غور کر لیتے تو یہ ہرگز نہ کہتے جیسا کہ بعد میں ہوش میں آہی گئے کہ از ہمیشہ ماضی
 کے لیے نہیں ہوتا۔ کیونکہ قرآن عزیز میں وَلَوْ تَرَىٰ اِذْ يَتَوَفَّى الْكَافِرِيْنَ
 كُفْرًا وَ الْمَلٰٓئِكَةُ سَوۡاۗءٌ وَلَوْ تَرَىٰ اِذِ الظَّٰلِمُوۡنَ مَوْقُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ
 ان آیات میں ہر جگہ لفظ اذ موجود ہے۔ حالانکہ واقعہ سب جگہ مستقبل یعنی
 قیامت ہی کا ہے۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی

چوتھی دیل

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

وَلَا تَكُنَّ لَعَلُّ لِّلشَّٰعَتَةِ فَا لَا تُكۡشَرَنَّ بِهَا وَا
 اَتَّبِعُوۡنَ هٰذَا اِحۡرَاطًا مِّنۡ تَقۡوِيۡمٍ ۚ وَلَا
 يَصۡدُقُ تَكۡوِيۡنَ الشَّيۡطٰنِ اِنَّہٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبۡیۡنٌ ۚ

(ترجمہ) اور تحقیق وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام بلاشبہ علامت ہیں قیامت کی۔
 پس اس بارے میں تم ذہ برابر شک اور تردد نہ کرو اور اے محمد! آپ کہہ
 دیجئے کہ اس بارے میں صرف میری پیروی کرو یہی سیدھا راستہ ہے کہیں
 شیطان تم کو اس راہ راست سے نہ روک دے تحقیق وہ تمہارا کھلا دشمن ہے

معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو ماننا ہی سیدھا راستہ ہے
اور جو اس سے روکے وہ شیطان ہے۔

امام جلیل و کبیر حافظ عماد الدین بن کثیر فرماتے ہیں کہ اِنَّكَ لَعَلَّمُ
تِلْكَ اَعْتَدَ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب آسمان سے
نازل ہونا مراد ہے جیسا کہ عبداللہ بن عباس اور ابو ہریرہ اور مجاہد اور ابو العلاء
اور ابومالک اور عکرمہ اور حسن بصری اور قتادہ اور ضحاک وغیرہم سے منقول
ہے۔ جیسا کہ وَرَانَ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اَلَا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ
مَوْتِهِ اور احادیث متواترہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قبل از

قیامت ثابت اور محقق ہے تفسیر ابن کثیر ص ۱۴۶ ج ۹

معلوم ہوا کہ جو شخص حضرت مسیح بن مریم کے آسمان سے نازل ہونے کو
قیامت کی علامت نہ سمجھے وہ شیطان ہے۔ تم سیدھے راستہ سے روکنا
چاہتے ہو اور تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اس کے کہنے میں ہرگز نہ آنا۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی

پانچویں دلیل

قال الامام احمد حدثنا عفان ثنا همام ابن ابينا
قتادة عن عبد الرحمن عن ابي هريرة ان النبي

صلی اللہ علیہ وسلم قال الا نبیاء اخوة لعائلات
 امہا تہرشتی و دینہم ہر واحد والی اولی الناس
 بعیسی بن مریم لانہ لم یکن نبی بینی و بینہما و
 انہ نازل فاذا امر ایتیموہ فاعرفوہ من جل مر یوع
 الی الکھرة والبیاض علیہ ثوبان مصران کان
 راسہ یقطر وان لم یصیب بلل فیدق الصلیب
 ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویدعو الناس
 الی الاسلام ویهلك اللہ فی زمانہ الملل کلہا الا
 الاسلام ویهلك اللہ فی زمانہ المسیح الدجال
 ثم تقع الامانة علی الارض حتی ترتفع الاسود مع
 الابل والخمار مع البقر والذئاب مع الغنم و
 يلعب الصبیان بالبحیات لا تضرہم فیمکث
 اربعین سنة ثم یتوفی ویصلی علیہ المسلمون و
 کذا سر و اہ ابوداود و کذا فی تفسیر ابن کثیر ج ۳
 وقال الحافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سر و اہ ابوداود و
 احمد یاسناد صحیح۔ فتح الباری ص ۲۵۷ ج ۶

ترجمہ

امام احمد بن حنبلؒ اپنی سند میں ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام انبیاء علیہ السلام

بھائی ہیں۔ مائیں مختلف یعنی شریعتیں مختلف ہیں اور دین یعنی
 اصول شریعت کا سب کا ایک ہے اور میں عیسیٰ علیہ السلام
 کے ساتھ سب سے زیادہ قریب ہوں اس لیے کہ میرے اور
 ان کے درمیان کوئی بنی نہیں۔ وہ نازل ہوں گے۔ جب ان کو
 دیکھو تو پہچان لینا۔ وہ میانہ قد ہوں گے، رنگ ان کا سرخ اور
 سفیدی کے درمیان ہوگا۔ ان پر دو رنگے ہوئے کپڑے ہوں گے
 سر کی یہ شان ہوگی کہ گویا اس سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اگرچہ
 اس کو کسی قسم کی تری نہیں پہونچی ہوگی، صلیب کو توڑیں گے
 جزیہ کو اٹھائیں گے۔ سب کو اسلام کی طرف بلائیں گے۔
 اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں سوائے اسلام کے تمام مذاہب کو
 نیست و نابود کر دے گا اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں مسیح و جال کو
 قتل کرائے گا۔ پھر تمام روئے زمین پر ایسا امن ہو جائے گا کہ شیر
 اونٹ کے ساتھ اور چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیے
 بکریوں کے ساتھ چرنے لگیں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ
 کھیلنے لگیں گے۔ سانپ ان کو نقصان نہ پہونچائیں گے۔ عیسیٰ
 علیہ السلام زمین پر چالیس سال ٹھہریں گے پھر وفات پائیں گے
 اور مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے

ہیں کہ اس روایت کی اسناد صحیح ہیں۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ابھی وفات نہیں ہوئی۔ آسمان سے نازل ہونے کے بعد قیامت ہے پھر جب یہ تمام باتیں ظہور میں آجائیں گی تب وفات ہوگی۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی چھٹی دلیل

عن الحسن مرسل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لليهود ان عيسى لحرمت وانه ساجع اليكم قبل يوم القيمة .

اخرجه ابن كثير في تفسيره ال عمران ص ۲۰۳ ج ۲

امام حسن بصری سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی نہیں مرے وہ قیامت کے قریب ضرور لوٹ کر آئیں گے۔

اس حدیث میں راجع کا لفظ صراحتہً موجود ہے۔ جس کے معنی واپس آنے والے کے ہیں۔ محاورہ یہ لفظ اسی وقت استعمال ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسری جگہ گیا ہو اور پھر وہاں سے واپس آئے۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی سکاتوں کی دلیل

امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں فرماتے ہیں :-
 اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ انا ابو بکر بن
 اسحاق انا احمد بن ابراہیم ثنا ابن بکیر
 ثنی اللیش عن یونس عن ابن شہاب عن نافع
 مولیٰ ابی قتادة الانصاری قال ان اباهریة
 قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم
 واما مکم منکم۔ انتہی

ترجمہ

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ارشاد فرمایا کہ کیا حال ہوگا تمہارا کہ جب عیسیٰ بن مریم آسمان سے
 نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ اور اسناد اس

روایت کی تصحیح میں۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی اسٹوئیں و سیل

وعن ابن عباس فی حدیث طویل قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعند ذلک
ینزل عیسیٰ بن مریم من السماء
اسحاق بن بشیر کنز العمال ۲۶۸ ج ۷

ترجمہ

ابن عباس ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پس اس وقت عیسیٰ بن
مریم آسمان سے نازل ہوں گے۔
ان دونوں حدیثوں میں من السماء کا لفظ صراحتہ موجود ہے۔ یعنی عیسیٰ علیہ
السلام آسمان سے اتریں گے۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی نویں دلیل

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم ينزل عيسى بن مريم الى
الارض في تزوج ويولد له ويمكث خمسا
وامر بعين سنة ثم يموت فيدفن معي في
قبر فاقوم انا وعيسى بن مريم في قبر واحد
بين ابى بكر وعمر -

رواه الجوزي في كتاب الوفاء (كتاب الاذاحصۃ)

ترجمہ

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ آئندہ میں عیسیٰ علیہ السلام
زمین پر اتریں گے اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ اس
سے پیشتر زمین پر نہ تھے بلکہ زمین کے بالمقابل آسمان پر تھے۔

اور میرے قریب مدفون ہوں گے۔ قیامت کے دن میں مسیح بن
مریم کے ساتھ اور ابوبکر و عمر کے درمیان قبر سے اٹھوں گا۔
اس حدیث کو ابن جوزی نے کتاب الوفا میں روایت کیا۔

جیاتی عیسیٰ علیہ السلام کی دسویں دلیل

حدیثی المثنیٰ ثنا اسحاق ثنا ابن ابی جعفر عن ابیہ
عن الربیع فی قولہ تعالیٰ السم الله لا اله الا هو
الحی القيوم قال ان النصاری اتوا رسول الله صلی
الله علیہ وسلم فخاصموہ فی عیسی بن مریم
وقالوا لا اله الا هو لیس فی عیسی بن مریم
والیہن ان لا اله الا هو لیس فی عیسی بن مریم
فقال لهم النبی صلی الله علیہ وسلم السم
تعلمون ان لا یكون ولدا لا هو لیس فی عیسی بن مریم
بلی قال السم تعلمون ان ربنا حی لا یموت وان
عیسی یاتی علیہ العناء قالوا بلی قال السم تعلمون

ان ربنا قیوم علی کل شیء یكلوه ویحفظه ویرزقه
 قالوا بلی قال فهل یملك عیسی من ذلك شیئا
 قالوا لا قال افلیستم تعلمون ان الله عز وجل
 لا یخفی علیه شیء فی الارض ولا فی السماء قالوا
 بلی قال فهل یعلم عیسی من ذلك شیئا الا ما
 اعلم قالوا لا قال فان ربنا صور عیسی فی الرحم
 کیف شاء فهل تعلمون ذلك قالوا بلی قال
 انستم تعلمون ان ربنا لا یاكل الطعام ولا یشرب
 الشراب ولا یحدث الخدث قالوا بلی قال انستم
 تعلمون ان عیسی حملت امرأة كما تحمل المرأة
 ثم وضعت كما تضع المرأة ولدها ثم غدی كما
 یغدی الصبی ثم كان یطعمه ویشرب الشراب
 ویحدث الخدث قالوا بلی قال فكیف یكون
 هذا كما زعمتم قال فعرفوا ثم ابوا فانزل الله
 عز وجل السم الله لا اله الا هو الحي القيوم -

تفسیر ابن جریر ج ۳

ترجمہ

ربیع سے الم انشرا لا اله الا هو الحي القيوم کی تفسیر میں منقول ہے

کہ جب نصاریٰ نجران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے بارے میں آپ سے مناظرہ اور مکالمہ شروع کیا اور یہ کہا کہ اگر حضرت مسیح ابن اللہ نہیں تو پھر ان کا باپ کون ہے حالانکہ وہ خدا کا لاشریک بیوی اور اولاد سے پاک اور منزہ ہے تو ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم کو خوب معلوم ہے کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں بے شک ایسا ہی ہوتا ہے (یعنی جب یہ تسلیم ہو گیا کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے تو اس قاعدہ سے حضرت مسیح بھی خدا کے مماثل اور مشابہ ہونے چاہئیں حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ خدا بے مثل ہے اور بے چون و چلون ہے لیسَ کَیْثُ شَیْءٍ عِندَ وَلَدٍ یَّکُنْ لَّہُ کُفُوًا اَحَدًا)۔

آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہمارا پیر و دروگاہی لایموت ہے یعنی زندہ ہے کبھی نہ مرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت اور فنا گنے والی ہے۔ (اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں مرے نہیں۔ بلکہ زمانہ آئندہ میں ان پر موت آئے گی) نصاریٰ نے نجران نے کہا بے شک صحیح ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہمارا پیر و دروگاہ ہر چیز کا قائم رکھنے والا، تمام عالم کا نگہبان اور محافظ اور سب کا

رزاق ہے۔ نصاریٰ نے کہا بے شک۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی کیا ان چیزوں کے مالک ہیں؟ نصاریٰ نے کہا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم کو معلوم ہے کہ اللہ پرہیزگار اور آسمان کی کوئی شے پوشیدہ نہیں۔ نصاریٰ نے کہا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا عیسیٰ کی بھی یہی شان ہے؟ نصاریٰ نے کہا نہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ کو رحم مادر میں جس طرح جلا بنایا۔ نصاریٰ نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو خوب معلوم ہے کہ اللہ نے کھانا کھاتا ہے نہ پانی پیتا ہے اور نہ بول و براز کرتا ہے۔ نصاریٰ نے کہا بے شک۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے اور عورتوں کی طرح ان کی والدہ مطہرہ عالمہ ہوئیں اور پھر مریم صدیقہ نے ان کو جنا۔ جس طرح عورتیں بچوں کو جنا کرتی ہیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کو بچوں کی طرح غذا بھی دی گئی۔ حضرت مسیح کھاتے بھی تھے پیتے بھی تھے اور بول و براز بھی کرتے تھے۔ نصاریٰ نے کہا بے شک ایسا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر عیسیٰ علیہ السلام کے عروج خدا کے بیٹے ہو سکتے ہیں؟

نصاریٰ نے نجران نے حق کو خوب پہچان لیا مگر دیرہ و دانستہ اتباع حق سے انکار کیا۔ اللہ عز و جل نے اس بارے میں یہ آیتیں نازل فرمائیں اللہ لا الہ الا ہوا نوحی القیوم۔

ایک ضروری تنبیہ

ان تمام احادیث اور روایات سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ احادیث میں مسیح کے نزول کی خبر دی گئی اس سے وہی مسیح مراد ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے یعنی وہی مسیح مراد ہیں کہ جو حضرت مریم کے بطن سے بلا باپ کے نفخہ جبریل سے پیدا ہوئے اور جن پر اللہ نے انجیل اتاری۔ معاذ اللہ نزول سے مستبعد یہ ہیں کہ کسی دوسرے شخص کا پیدا ہونا مراد نہیں کہ جو عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل ہو۔ ورنہ اگر احادیث نزول مسیح سے کسی مثیل مسیح کا پیدا ہونا مراد ہوتا تو بیان نزول کے وقت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو ہریرہؓ کا آیت کو بطور استشہاد تلاوت کرنے کا کیا مطلب ہوگا؟ معاذ اللہ اگر احادیث نزول میں مثیل مسیح اور مرزا جی کا نادیاں میں پیدا ہونا مراد ہے تو لازم آئے گا کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں مسیح کا ذکر آیا ہے سب جگہ مثیل مسیح اور مرزا صاحب ہی مراد ہوں۔ اس لیے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول مسیح کو ذکر فرما کر بطور استشہاد آیت کو تلاوت کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ حضورؐ کا مقصود انھیں مسیح بن مریم کے نزول کو بیان کرنا ہے جن کے بارے میں یہ آیت اتری، کوئی دوسرا مسیح مراد نہیں۔ اور علیٰ ہذا اہم بخاری اور دیگر ائمہ احادیث کا احادیث نزول کے ساتھ سورہ مریم اور آل عمران اور سورہ نساء کی آیات کو ذکر کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ احادیث میں ان ہی مسیح بن مریم کا

نزول مراد ہے کہ جن کی توفی (اٹھائے جانے) اور رفع الی السماء کا قرآن میں ذکر ہے۔ حاشا وکلا قرآن کریم کے علاوہ احادیث میں کوئی دوسرا نسخ مراد نہیں، دونوں جگہ ایک ہی ذات مراد ہے۔ اور اگر بالفرض والتقدیر مرزا جی کے زعم فاسد کی بنا پر ان احادیث میں مثیل مسیح کی ولادت مراد ہے اور اس کا مصداق مرزا جی ہیں تو مرزا صاحب اپنے اندر وہ علامتیں بتلائیں کہ جو احادیث میں نزول مسیح کی ذکر کی گئی ہیں۔

(۱) تمام ملتوں کا ختم ہو کر فقط ایک ملت اسلام بن جانا کہ روئے زمین پر سوائے اسلام کے کوئی مذہب نہ رہے۔

(۲) خنزیر کو قتل کرنا اور صلیب کو توڑ دینا۔ یعنی یہودیت اور نصاریت کو مٹا دینا۔

(۳) مال کو پانی کی طرح بہا دینا کہ کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ رہے۔

(۴) اوجڑیہ کو اٹھا دینا۔

(۵) اوزمین پر اتنا امن ہو جانا کہ بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چرنے لگیں اور

بچے سانپوں سے کھیلنے لگیں۔ ان علامتوں میں سے کوئی علامت بھی مرزا کے زمانے میں نہیں پائی گئی۔ بلکہ اس کے برعکس اسلام کو تنزل اور صلیبی مذہب کو ترقی اور اسلامی حکومت کا زوال اور نصاری کا غلبہ ہیں۔

مرزا جی کے زمانہ میں ہوا اس کی نظیر نہ گذشتہ میں ہے اور نہ آئندہ میں۔ ترک حکومت چرچس قدر بھی زوال آیا وہ تمام کا تمام مرزا جی کے ہی درحیث میں آیا۔ مرزا جی کے زمانہ میں کسے صلیب اور قتل خنزیر کے بجائے ظالم بدین

کے سلام اور قتل مسلمانانِ خوب ہوا۔ مرزا جی کے زمانہ میں عیسائی تو کیا مسلمان ہوتے اُٹھے مسلمان عیسائی بنائے گئے۔ مرزا جی جزیہ کو کیا موقوف کرتے خود ہی نصاریٰ کے باج گزار ہو گئے اور اپنی زمینوں کا ٹیکس اور محصول انگریزوں کو دیتے رہے۔ مسیح موعود کی علامتوں میں سے ایک علامت فیض المال حتی لا یقبلہ احد تھی۔ یعنی اتنا مال بہائیں گے کہ کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ رہے گا۔ مگر مرزا صاحب مال تو کیا ہاتے خود ہی ساری عمر چندہ مانگنے میں گزری۔ کبھی مکان کے لیے چندہ مانگا اور کبھی مدرسہ کے نام سے اور کبھی منارۃ المسیح کے نام سے اور کبھی لشکر خانہ کے نام سے اور کبھی بیعت کی فیس کے نام سے اور کبھی کتابوں کی اشاعت کے نام سے۔

غرض یہ کہ ہر حیلہ سے مال جمع کرنے کی تدبیریں کرتے رہے اور تحصیل دنیا کے وہ نئے نئے طریقے نکالے کہ جو کسی بڑے سے بڑے مکار اور خیال کے کے وہم و خیال میں بھی نہیں آسکتے۔

اس حقیقت کے واضح اور آشکار ہونے کے بعد بھی اگر کوئی بد عقل اور بد نصیب ایسے مکار پر اپنی ایمان کی دولت کو قسربان اور نثار کرنا چاہتا ہے تو اس کو اختیار ہے۔ ہمارا کام تو حق اور باطل اور حق اور باطل کے فرق کو واضح کر دینا ہے۔ سوا کچھ شر وہ کر چکے۔ دوا کر چکے اور دعا بھی کرتے ہیں۔ اور آپ سے یہ درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اس سے رشد و ہدایت کی دعا کریں، اور دوا کا

استعمال کریں۔ وَمَا عَلَيْكَ اِلاَّ الْبَلَاغُ

حیات عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر

اجماع اُمّت

ما فظ عقلائی رحمتہ اللہ علیہ تلخیص الجبر ص ۳۱۹ میں فرماتے ہیں۔
امام رفع عیسیٰ فاتفق اصحاب الاخبار والتفسیر
شعیرہ من رفعہا ببدنہ حیّاً وانما اختلفوا هل مات
قبل ان یرفع او نام۔ انتہی

یعنی تمام محدثین اور مفسرین اس پر متفق ہیں کہ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام اسی بدن کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے
اختلاف صرف اس بارے میں ہے کہ رفع الی السماء سے پہلے
کچھ دیر کے لیے موت طاری ہوئی یا نہیں۔ یا حالت نوم میں اٹھاؤ
گئے۔ (۲ ترجمہ ختم ہوا)

تفسیر بحر المحیط کے ص ۴۳ ج ۲ پر ہے:-

قال ابن عطية واجمعت الامة على ما تضمنه

الحديث المتواتر من ان عيسى في السماء حي وانما

يُنْزِلُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ آه

یعنی تمام امت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور اخیر زمانہ میں نازل ہوں گے جیسا کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔

اور تفسیر النہر الماد کے صفحہ ۲ پر ہے:-

واجتمعت الامم على ان يعيسى حي في السماء

ويُنْزِلُ إِلَى الْأَرْضِ آه

اور تفسیر جامع البیان کے صفحہ ۲ پر ہے:-

والاجماع على انه حي في السماء وينزل ويقبض

الديجال ويؤيد الدين آه (تفسیر وجہین)

امام ابو الحسن اشعری قدس الشریعہ کتاب الابانہ عن اصول الدیانۃ کے صفحہ ۲ پر فرماتے ہیں:-

قال الله عز وجل يعيسى اني متوفيك ورافعك

إلى . وقال الله تعالى وما قتلوه يقيناً بل رفعه

الله اليه . واجمعت الامم على ان الله عز وجل رفع

عيسى الى السماء آه

شیخ اکبر قدس الشریعہ فتوحات مکبہ کے باب ۳۷ میں فرماتے ہیں

لا خلاف في انه ينزل في آخر الزمان

علامہ سفارینی شرح عقیدہ سفارینیہ صفحہ ۲ پر فرماتے ہیں:-

کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول من السماء کتاب اور سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اول آیت وَلَآتُ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْآیۃِ نقل کی اور ابو ہریرہ کی حدیث نقل کی اب اس کے بعد فرماتے ہیں:-

وَأَمَّا الْجُمُعَاتُ

فقد اجتمعت الامة على نزوله ولم يخالف فيه احد من اهل الشريعة وانما انكر ذلك الفلاسفة والملاحدة ممن لا يعتد بخلافه وقد انعقد اجماع الامة على انه ينزل ويحكم بهذه الشريعة المجديية وليس ينزل بشريعة مستقلة عند نزوله من السماء وان كانت الذبوة قائمة به وهو متصف بها۔

یعنی یہ اجماع! سو تمام امت مجدیہ کا اجماع ہو گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے اور اہل اسلام میں سے اس کا کوئی مخالف نہیں۔ صرف فلاسفہ اور مجذوبے دین لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے جن کا اختلاف قابل اعتبار نہیں اور نیز تمام امت کا اجماع اس پر ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے موافق حکم کریں گے مستقل شریعت کے کراسمان کے

نازل نہ ہوں گے، اگرچہ وصف نبوت ان کے ساتھ قائم ہوگا
شرح عقیدہ سفارینیہ صفحہ ۲

رفع الی السماء اور نزول من السماء الی الارض

کی حکمت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع اور نزول کی حکمت علماء نے یہ بیان کی ہے کہ یہود کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم نے حضرت عیسیٰ کو قتل کر دیا۔ کما قالوا قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ۔ اور دجال جو اخیر زمانہ میں ظاہر ہوگا وہ بھی قوم یہود سے ہوگا۔ اور یہود اس کے متبع اور پیرو ہوں گے۔ اس لیے حق تعالیٰ نے اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھایا اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے تاکہ خوب واضح ہو جائے کہ جس ذات کی نسبت یہودیہ کہتے تھے کہ ہم نے اس کو قتل کر دیا وہ سب غلط ہے اُن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے زندہ آسمان پر اٹھایا اور اتنے زمانہ تک اُن کو زندہ رکھا اور پھر تمہارے قتل اور بربادی کے لیے اُتارنا کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ تم جن کے قتل کے مدعی

تھے اُن کو قتل نہیں کر سیکے بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے قتل کے لیے نازل کیا اور یہ حکمت فتح الباری کے باب نزول عیسیٰ ص ۳۵۷ ج ۱۰ پر مذکور ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک شام سے آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور ملک شام ہی میں نزول ہو گا تاکہ اس ملک کو فتح فرمائیں۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے چند سال بعد فتح مکہ کے لیے تشریف لائے، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے شام سے آسمان کی طرف ہجرت فرمائی اور وفات سے کچھ روز پہلے شام کو فتح کرنے کے لیے آسمان سے نازل ہوں گے اور یہود کا استیصال فرمائیں گے اور نازل ہونے کے بعد صلیب کا توڑنا بھی اسی طرف مشیر ہو گا کہ یہود اور نصاریٰ کا یہ اعتقاد کہ مسیح بن مریم صلیب پر چڑھنے گئے بالکل غلط ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں تھے۔ اس لیے نازل ہونے کے بعد صلیب کا نام و نشان بھی نہ چھوڑیں گے۔

اور بعض علماء نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام انبیاء کو یہ عہد لیا تھا کہ اگر تم نبی کریم کا زمانہ پاؤ تو ان پر ضرور ایمان لانا اور ان کی ضرور مدد کرنا۔ لہذا قال تعالیٰ لَتَوَفِّيَنَّكُمْ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ اور انبیاء بنی اسرائیل کا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوتا تھا۔ اس لیے حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھایا تاکہ جس وقت دجال ظاہر ہو اس وقت آپ آسمان سے نازل ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی

مدرسہ سرائیں۔

کیونکہ جس وقت دجال ظاہر ہوگا وہ وقت امت محمدیہ پر سخت مصیبت کا وقت ہوگا اور امت شریہ امداد کی محتاج ہوگی۔ اس لیے عیسیٰ علیہ السلام اس وقت نازل ہوں گے تاکہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و اعانت کا جو وعدہ تمام انبیاء کرچکے ہیں وہ وعدہ اپنی طرف سے اصالہ اور باقی انبیاء کی طرف سے وکالتاً ایفاء فرمائیں فافہم ذلک فانہ لطیف۔

اور بعض علماء نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب انجیل میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی امت کے اوصاف دیکھے تو حق تعالیٰ سے یہ دعا فرمائی کہ مجھے بھی امت محمدیہ میں سے کر دیجیے۔ حق تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور ان کو آخر زمانہ تک باقی رکھا اور قیامت کے قریب دین اسلام کے لیے ایک مچڑکی حیثیت سے تشریف لائیں گے تاکہ قیامت کے نزدیک ان کا حشر امت محمدیہ کے زمرہ میں ہو۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ

۱۰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء اور نزول کے اسرار و حکم کے بارے میں اس ناچیز نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ طالبان حق اس رسالہ کو ضرور دیکھیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ رسالہ موجب سکینت و طمانینت ہوگا۔ اس رسالہ کا نام لطائف الحکم فی اسرار نزول عیسیٰ بن مریم ہے ۱۲

حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول بھی ہیں اور صحابی بھی ہیں

حافظ شمس الدین ذہبی تجرید میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی اصباحہ میں اور علامہ زرقانی شرح مواہب میں تحریر فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم جس طرح نبی اللہ اور رسول اللہ ہیں اسی طرح صحابی بھی ہیں۔ اس لیے کہ مسیح بن مریم علیہما السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ المعراج میں بحالت حیث وفات سے پیشتر اسی جسد عنصری کے ساتھ دیکھا ہے اور دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ المعراج پر اپنی اپنی وفات کے بعد دیکھا ہے :-

سروی ابن عساکر عن انس
قلنا یا رسول اللہ! مرأینا
صاغت شیئا ولا نراه قال
ذلت انی عیسی بن مریم
انتظرت حتی قضی طوافہ
فسلمت علیہ

ابن عساکر نے اس رضی اللہ عنہ سے
روایت کیا ہے کہ ہم نے عرض کیا، یا
رسول اللہ! ہم نے آپ کو کسی کو مصافحہ
کرتے دیکھا مگر اس شخص کو نہ دیکھا جس
سے آپ نے مصافحہ فرمایا۔ ارشاد فرمایا
کہ وہ میرے بھائی عیسی بن مریم تھے ہیں
ان کا انتظار یہاں تک کہ وہ اپنے طواف

لر قانی شرح مواہب

ص ۳۲۷ ج ۵

سے فارغ ہوئے تب میں نے ان کو
سلام کیا۔

ابن عدی نے انس سے روایت کیا ہے
کہ ہم ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ تھے اچانک ایک چادر اور
ایک ہاتھ نظر آیا۔ ہم نے اس حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔
آپ نے فرمایا کیا تم نے دیکھا ہے ؟
ہم نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا
یہ میرے بھائی عیسیٰ بن مریم تھے۔
جنہوں نے اس وقت مجھ کو سلام کیا۔

وروی ابن عدی عن انس
بینا نحن مع النبی صلی اللہ
علیہ وسلم اذ سرائنا بردا
ویدا فقلنا یا رسول اللہ ما
ہذا الذی سرائنا والید
قال قد سرائتموه قلنا
نعم قال ذاک عیسیٰ بن مریم
سلم علی۔

عیسیٰ علیہ السلام کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر ہونا تو دلائل
حیات سے معلوم ہو چکا تھا، مگر احادیث معراج اور ابن عساکر اور ابن عدی
کی روایت سے ملاقات بھی ثابت ہو گئی۔ اس لیے اگر بالفرض حضرت
عیسیٰ علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت فرمائیں تو
اس روایت کو علی شرط البخاری حدیث متصل سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ امام
بخاری کے نزدیک اتصال روایت کے لیے ثبوت لقاء شرط ہے
اور امام مسلم کے نزدیک محض معاشرت کافی ہے۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

صحابی ہونے کو بطور الغازا اور معہ اپنے ایک قصیدہ میں ذکر کیا ہے

مَنْ بِاتِّفَاقِ جَمِيعِ الْخَلْقِ أَفْضَلُ مِنْ

خَيْرِ الصَّحَابِ ابْنِ بَكْرٍ وَمِنْ عَسَرِ

وہ کون شخص ہے کہ جو بالاتفاق ابوبکرؓ اور عشرے بھی افضل ہے کہ جو

تمام صحابہ سے افضل و بہتر ہیں

وَمِنْ عَلِيٍّ وَمِنْ عِثْمَانَ وَهُوَ فَتَى

مَنْ أَمِيَّةَ الْمُصْطَفَى الْمُخْتَارِ مِنْ مَضَرِ

اور وہ شخص علیؓ اور عثمانؓ سے بھی افضل ہے حالانکہ وہ شخص مصطفیٰ کی

امت کا ایک فرد ہے

الشیء بالشیء یذکر ایک شے کے ذکر سے دوسری شے یاد آ رہی جاتی

ہے۔ حافظ عسقلانی اصحابہ میں فرماتے ہیں کہ خضر علیہ السلام جمہور محدثین

کے نزدیک نبی ہیں مگر صحابی بھی ہیں جیسا کہ بعض روایات سے خضر علیہ السلام

کی ملاقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتی ہے تفصیل کے درکار ہو تو اصحابہ

کی مراجعت فرمائیں۔

عبد ضعیف کہتا ہے (عفا اللہ عنہ) کہ اس روایت میں انس بن

مالک رضی اللہ عنہ کی بھی خضر علیہ السلام سے ملاقات مذکور ہے۔ اس لیے

اگر یہ کہا جائے کہ انس بن مالکؓ دو پیغمبروں کے صحابی ہیں تو میں امید کرتا

ہوں کہ یہ کلمہ شاید خلاف حق نہ ہوگا۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علیہ السلام و آلہم

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝
 وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
 فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّ الْدُّنْيَا
 وَالْآخِرَةِ ۖ تَوْفِّقْنِي مَسْلِكًا وَآلَ حَقِّقِي
 بِالصُّلَحِ حِينَ

اللهم اِنِّ اعوذ بك من عذاب القبر و
 اعوذ بك من فتنة المسيح الدجال و
 اعوذ بك من فتنة المحيا والممات
 آمين

برحمتك يا ارحم الراحمين
 يا ذا الجلال والاكرام

وانا العبد الضعيف المدعو

محمد دريس الكاند هلو

بجاء الله تعالى من خزي الدنيا

وعذاب الآخرة. آمين

کتابخانه عمومی آیت الله العظمیٰ خراسانی

تقریر

از آیتہ السلف حجۃ الخلف حضرت مولانا سید محمد انور شاہ

سابق صدر المدبرین دارالعلوم دیوبند

الحمد لله رب العالمین العاقبة للمتقین الصلوٰۃ والسلام علی

رسولہ وسلم والہ واصحابہ اجمعین

اما بعد! رسالہ کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ مصنفہ علامہ فہامہ جناب مولوی
محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدرس دارالعلوم دیوبند کا احقر نے کہیں سے دیکھا،
اور بعض مضامین کو جناب مولف ممدوح کی زبان سے سنا۔ رسالہ مذکورہ حیات عیسیٰ
علیہ السلام میں کافی دشمنی اور مباحث متعلقہ کا حاوی اور جامع ہے۔ نقول معتمد
اور مستند کتابوں سے لی گئی ہیں اور عمدہ سے عمدہ قول سامنے رکھ دیا ہے۔ علماء اور طلباء
کو تلاش اور تتبع سے بے نیاز کر دیا ہے۔ امید ہے کہ طلباء اس کی قدر کریں گے اور
مخلوق کو جو دجال کے فتنہ میں مبتلا ہے ہدایت اور ارشاد کا ذریعہ ہوگا۔ حق
تعالیٰ جناب مولف کی سعی مشکور اور عمل مہرور فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مدرس دارالعلوم

تقریر

از خزانہ پیر خیر محمد لانا شیر احمد صاحب عثمانی

رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

تقریباً دو سال ہوئے کہ بمقام فیروز پور (پنجاب) قادیانی مرزائیوں سے متنازع فیہ مسائل میں علماء دیوبند کی گفتگو ہوئی تھی۔ سب سے پہلی بحث حضرت مسیح بن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات اور رفع الی السماء اور دوبارہ تشریف آوری کے متعلق تھی جس میں دیوبند کی طرف سے ہرادرہ کریم جناب مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدرس دارالعلوم دیوبند تھے مولوی صاحب نے جو عالمانہ اور محققانہ تقریر فرمائی بھلا اللہ تعالیٰ نہ صرف نام پہلے ہی اس سے محفوظ اور مطمئن ہوئی بلکہ بندہ کے روبرو بعض ممتاز مرزائیوں نے بھی اس کی معقولیت اور سنجیدہ روش کی داد دی اور اس طرح مولوی صاحب کے

عالمانہ طرز استدلال نے منکرین سے بھی خراج تحسین وصول کیا۔ ع

والفضل فاشہدت بطلان اعداء

میں نے اسی وقت مولانا موصوف سے درخواست کی تھی کہ آپ اس مسئلہ کے تمام اطراف و جوانب کی توضیح و تحقیق ایک کتاب کے ذریعہ سے اس طرح کر دیجیے کہ غائب حاضری کے لیے اس میں بصیرت ہو اور مسئلہ کا تمام مادہ بیک نظر سامنے آجائے اور سی باطل پرست کو گنجائش نہ رہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد وہ ایک حق پرستی کے قدم ڈگمگائے۔ حق تعالیٰ شانہ مولوی صاحب موصوف کے علم و عمل میں ترقی عطا فرمائے کہ انہوں نے میری اس ناچیز گزارش کو رائیگاں نہیں جانے دیا اور بڑی محنت و عرق ریزی کے بعد ایک ایسی تالیف برادران اسلام کے سامنے پیش کر دی ہیں اس اہم مسئلہ کا کافی روشنی حل موجود ہے اور شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس باب میں اس وقت تک کوئی کتاب اس قدر جامع اور حاوی ایسے سادہ اور سہ تکلف طرز میں نہیں لکھی گئی۔ ناظرین مطالعہ کے بعد خود اندازہ لگا سکیں گے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ از سر تا پا واقعہ ہے اور ان کو ممنون ہونا چاہیے مولف محترم کا اودان اکابر دارالعلوم کا جن کی توجہ اور سعی سے یہ پیش بہار سالہ نور افزائے دیدہ مشائخین ہوا۔

مشیر احمد عثمانی

دیوبند۔ ۷ ارجمادی الآخر ۱۳۴۲ھ

ہماری مذہبی مطبوعات

سیرت کبریٰ | یعنی سوانح اقدس حضرت خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آئندہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک پر کافی کتب لکھی جا چکی ہیں مگر اس کتاب میں نہایت عمدہ پیرایہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے تمام پہلوؤں پر انتہائی بالغ نظری سے روشنی ڈالی گئی ہے کتاب پڑھنے سے دل میں ایک خاص قسم کی رقت طاری ہوتی ہے۔ نیز کوئی ایسا واقعہ کتاب میں درج نہیں ہے کہ جس کی سند ساتھ درج نہ ہو۔

جناب مولانا ابوالقاسم صاحب لاوری کا نام نامی ہی کتاب کی فائیت کیلئے کافی ضخامت ہر دو جلد ۲۲۲ صفحات قیمت ہر دو جلد مچلہ ۸۰ روپے

الفاروق سیرت عمر | علامہ شبلی نعمانی کی مشہور آفاق تصنیف جس میں علامہ موصوف نے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے واقعات قلم بند کئے ہیں۔ انکے اسلام لانے انکی شجاعت سلطنت کے بالے میں نظم و نسق تدبیر اور فراست و غیرہ پر مفصل طور سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

کاغذ گیزر عمدہ چھپائی بہترین صفحات ۶۷۹ قیمت مچلہ نائیل ڈیگن ہائی ۸۰ روپے

امام اعظم | اس کتاب میں ہمارے پیشوا اور مقتدا حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تمام حالات زندگی مع عملی و علمی کارناموں

کے نہایت محققانہ رنگ میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب بھی حضرت علامہ شبلی نعمانی کی مشہور تصنیف ہے۔

کاغذ گلیز، بڑھیا، صفحات ۴۰۰ قیمت مجلد پائی آنے روپے ۴۔۰۰

اسلام کے بنیادی اصول و دلائل کی روشنی میں از حضرت
مولانا محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

اس کتاب میں توحید رسالت، قیامت، جنت، دوزخ وغیرہ تمام اسلامی اصولوں کو نہایت مدلل طور پر براہین و دلائل عقلیہ سے ثابت کر کے نصاریٰ و مشرکین کا بہترین رد پیش کیا ہے۔ اسلام کی صداقت کے وہ دلائل جمع فرمائے ہیں کہ پڑھنے والے کا ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ صفحات بڑے سائز کے ۴۰۰ سے زائد قیمت مجلد ۴/۰ روپے

یعنی (برکات ذکر) اس میں وہ آیات و احادیث جمع
کی ہیں جن میں ذکر کے برکات اور کلمہ طیبہ کے فضائل اور رسوم

کلمہ یعنی تسبیحات فاطمہ کے ثواب وارد ہوئے ہیں۔ خاتمہ میں صلوات اللہ علیہ
کا مفصل بیان ہے۔ مضامین کے ذیل میں جگہ جگہ اہل اللہ اور ذاکرین کے
سبق آموز اور عبرت خیز قصے ہیں جن کا شمار اس ہرست میں مشکل ہے۔
کتابت اور طباعت نہایت عمدہ کاغذ سفید بہترین گلیز سائز ۳۰×۲۰
کتابی سائز ٹائٹل خوشنما۔ قیمت صرف پائی آنے روپے ۴۔۰۰

ملنے کا پتہ

کتب خانہ صدیقیہ بیرن بوٹگریٹ ملتان شہر

وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا كَلَّ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ وَكَانَ إِلهَهُمُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ
 ترجمہ: اور انہوں نے انکو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا بلکہ ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ بڑی برود و حکمت ہیں

193

کلمۃ اللہ فی

حیاتِ روحِ اللہ
 ملقب بہ

حیاتِ علیؑ

مؤلفہ
 حضرت مولانا محمد ادریس صاحبِ خطبہ شیخ الحدیث علامہ شمس الدین عظیمی دہلوی

ملنے کا پتہ

مکتبہ صدیقیہ بیرون بوہڑ گڑھ ملتان شہر